تفہیم بائبل اور تردید عیسائیت میں ایک شاندار تاریخی تصنیف
ابحاثِ ضروری
مع
جواب الجواب رسالہ شکوکِ کفارہ
تصنیف
فاضل اجل مناظر اسلام فاتح عیسائیت
حافظ ولی اللہ لاہوری
مدرس مدرسہ شاہی مسجد لاہور
تحشیہ
مولوی فقیر محمد جہلمی
مدیر ہفت روزہ "سراج الاخبار" جہلم
تحقیق و تسہیل و تقدیم
خورشید احمد سعیدی
انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد
دار الاسلام ۔ لاہور

امام اعظم علی الاطلاق، بانی فقہ حنفی
ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی

غوثِ اعظم، شیخ طریقت
محی الدین عبد القادر جیلانی

امام المتکلمین مصحح عقائد المسلمین
ابو منصور محمد ماتریدی

خاتم الولایۃ المحمدیہ، شیخ اکبر
محی الدین محمد ابن عربی

برکۃ المصطفیٰ فی الہند، شیخ محقق
شاہ عبد الحق محدث دہلوی

شیخ الاسلام اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت
شاہ احمد رضا خان بریلوی

میر کارواں

نباضِ عصر متکلم اسلام — کنز العلماء سماحۃ الشیخ — بانی

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

اربابِ شوریٰ

محمد عالم مختار حق
راجا رشید محمود
خواجہ رضی حیدر
خلیل احمد رانا

ناشر محمد رضاء الحسن قادری

سلسلہ مطبوعات ۶
طبع بار اول - ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ
قیمت ۸۰ روپے

ناشر کا منشور

الحمد للّٰہ الملک القدوس السلام علیٰ دین الاسلام و الصلاۃ و السلام علی النبیّ الھادی للاسلام و علیٰ الہٖ و صحبہٖ و عترتہٖ فی دار السلام ھم الذین جعلوا بسعیھم دار الکفر دار الاسلام۔ امّا بعد

''دارُ الاسلام، لاہور'' کا نصب العین جہاں دینِ اسلام کی صحیح تصویر کی عکاسی اور معتدل تعبیر کا پرچار کرنا ہے وہاں اِس اِدارہ کے عظیم مقاصد میں ایک اہم ترین مقصد مذاہبِ عالم خصوصاً عیسائیت، یہودیت اور ہندومت کا تقابلی وتعارفی وتجزیاتی مطالعہ پیش کرنا بھی ہے، جس کا آغاز بحمد اللّٰہ تعالیٰ کما یلیق بذاتہٖ ''اَبحاثِ ضروری'' کی اِشاعتِ نو سے ہو چکا ہے۔ خالق کائنات عز جلالہ اپنے دِین حق اور رسولِ برحق کے صدقے ہمیں اِس نیک مشن کو آگے بڑھانے کی ہمت وتوفیق عنایت فرمائے۔

مطالعۂ عیسائیت ویہودیت مسلمانوں کی علمی تاریخ کے ہر دور کا لازمی حصہ رہا ہے۔ ہمارے دِین متین خود قرآنِ مبین کا بیش تر حصہ اِسی قبیل کے مضامین پر مشتمل ہے، نیز احادیثِ نبویہ اور دیگر مصادرِ اِسلامی میں عیسائیت اور یہودیت کے متعلق باقاعدہ اَحکام تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔ ایک مکمل نصاب ہے جو اِس بابت ہماری راہ نمائی کرتا ہے۔ ہمارے اَسلاف علما نے بڑی ذمہ داری سے قرآن و حدیث کے اِس پیغام کو عام کیا اور حالات کے تقاضوں کے مطابق اِس موضوع میں لٹریچر کا قابل قدر اَثاثہ چھوڑا۔ یوں یہ سلسلہ آگے بڑھتا چلا گیا۔

متحدہ ہندوستان کی تاریخ پر نظریں وا کریں تو معلوم ہوگا کہ قابض انگریز نے جب مختلف اَدوار میں مختلف علاقوں میں اپنے سازشی حربوں کے تحت اِسلام کو نشانہ بنا کر 'عیسائیاتی افکار' نافذ کرنے کی 'صلیبی جنگیں' شروع کی تو مسلم علما نے ڈٹ کر اِن وارداتوں کا مقابلہ کیا، علما نے اپنی زندگیاں وقف کر دیں، تبلیغ کا کام زوروں پر ہونے لگا، مسلمان مبلغین عوام میں بیداریٔ شعورِ مذہبی کا فریضہ تیزی سے انجام دینے لگے، بطریقوں، پادریوں سے مناظروں کا دور شروع ہوا، مباحثوں کا بازار گرم ہو گیا، جگہ جگہ اِسلام دُشمن نظریات کا تعاقب ہونے لگا جس کے سبب انگریز کو منہ کی کھانی پڑی اور وہ اپنے ناپاک عزائم میں کامیابی حاصل نہ کر سکا۔

تقسیم کے بعد سے اب تک کے حالات کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے مطالعۂ مذاہب میں وہ تسلسل برقرار نہیں رہ سکا جو ہمیں ماضی میں نظر آتا ہے۔ اِس تبلیغی عروج کے زوال کی سب سے بڑی وجہ یہ بنی کہ مرورِ ایام کے ساتھ ساتھ اہل علم کے رُجحانات بدل گئے، ذمہ داریاں تبدیل

ہوگئیں، نئی یورشیں برپا ہوگئیں، نئے چیلنجز سے سامنا ہوگیا۔ کیوں کہ مسلمانوں کے ساتھ...... وہ ہوا...... جو کبھی نہ ہوا تھا...... انھیں تفریق جماعت کی آزمائش سے گزرنا پڑا...... ایسی تفریق جس نے مسلم اجتماعیت کے تار و پود کو اُدھیڑ کے رکھ دیا...... یاللاسف!...... یہ کیا ہوگیا!...... وہ مسلم اُمہ جس کی وحدت و جمعیت پر کبھی زمانہ ناز کرتا تھا، آج اُس کا شیرازہ ایسا پارہ پارہ ہوا کہ عبرت کی علامت بن چکا...... وہ اُمت مرحومہ جس کے عہدِ عروج کے آگے دُنیا کی عالمی طاقتوں کی تواریخ کا قد چھوٹا پڑ جاتا تھا، آج وہ پستی کے اُس دہانے پر کھڑی ہے کہ چشمِ فلک نے ایسا نظارہ پہلے کبھی دیکھا نہ ہوگا۔

انگریز کو ارضِ ہند میں ایک لمبا عرصہ طبع آزمائی کے بعد یہ یقین ہوگیا تھا کہ اُسے یہاں حسبِ منشا نتائج حاصل نہیں ہونے والے۔ چناں چہ انگریز شاطر نے اپنے ٹاؤٹ تیار کیے، اُس نے ایسے مسلمان بنائے جن کے ایک ہاتھ میں خلق کی تلوار تھی اور دوسرے میں کلمہ کی ڈھال۔ اُن کا ظاہر اسلامی تشخص سے رنگین تھا، لیکن کالاکفران کے دِل میں جاگزیں تھا، ان کے رگ و ریشے میں نفاق کا زہر بھرا گیا تھا۔ ایسے غدار سیاہ کار جب رزم گاہِ حق و باطل میں اُترے تو اُنھوں نے چن چن کر ابنائے توحید و فرزندانِ رِسالت کے اِیمانوں کا قلع قمع کیا۔

اِدھر مسلمان کی سادگی کو بھی سلام کہیے...... کہ حق و باطل کی اِس کش مکش میں سر بازار جب اُس نے اپنے مذہب کا خون ہوتے دیکھا تو حمیتِ دینی نے اُس کا جینا دوبھر کر دیا...... اُس کی زندگانی اُس کے لیے طعنہ بن کر رہ گئی...... اُس کا وجود اُسے گناہ لگنے لگا...... سو وہ حق و باطل کے اِس محاربۂ دِل دوز میں اللہ اور رسول کے دین کے تحفظ کی خاطر سر بہ کف نکل کھڑا ہوا اور میدانِ کارزار کا رُخ کیا اور پھر اپنے خون سے ہر ایک فتنہ سے فیصلہ کن جہاد کی وہ تاریخ رقم کی جو بھلائی نہ جائے گی...... لیکن!...... لیکن جذبات کی یہ آگ کم نہیں ہوئی، بھڑکتی دہکتی اور شعلہ افشاں ہوتی گئی...... اُدھر دُشمن کی چالیں بھی تیز تر ہوتی گئیں۔ اُس نے ہزاروں درندے اور پال لیے، لاکھوں مردہ ضمیر ایمان فروشوں کی ایک بڑی جماعت تیار کرلی...... اِدھر یہ بے چارہ مسلمان تن تنہا ان کی سرکوبی پر کمربستہ رہا...... اور اپنے دِین کی عصمت پر پہرہ دیتا رہا...... وہ اِس جنگ میں اِتنا اِستغراق پزیر ہوگیا کہ اس کا اصل دُشمن اُس کی نظروں سے اوجھل ہوگیا...... رفتہ رفتہ وہ اپنے دُشمن سے غافل ہوگیا...... اُس کا دشمن تو چاہتا ہی یہ تھا...... اور!...... اور شاید...... قضا کا فتویٰ بھی یہی تھا...... کہ...... آج دُشمن کے وہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوئے جنھیں وہ صدیوں قبل دیکھ چکا تھا اور ان کو حقیقت کا رُوپ دینے کے لیے اُس نے زمین و آسمان تہ و بالا کرڈالا تھا۔

کیا ہی اچھا ہوتا کہ مسلمان نے ان فتنوں کا جس طرح ڈٹ کر مقابلہ کیا، اپنے حریفِ اصلی کے

لیے ان سے کئی گنا زیادہ مستعد رہتا...... لیکن افسوس!...... بار بار افسوس!...... صد ہزار افسوس!...... کہ اس کا برعکس ہوا...... اس کا زوال مقدر ہو چکا تھا...... بل کہ اُس نے زوال کو اپنی تقدیر سمجھ لیا تھا...... آج اس کا خسارہ وہ بھگت ہی تو رہا ہے...... آہ!...... کفر کے منصوبے کام یاب ہوئے اور وہ ہمارے گلی محلوں حتیٰ کہ ہمارے گھروں تک پہنچ گیا...... پھر اور آگے بڑھا اور ہمارے سروں پر منڈلانے لگا...... پھر ہمارے زبان و ذہن پر وارد ہوا...... اور اب ہمارے قلب و نظر پر چھانے لگا ہے...... اب یہ حالت ہے کہ ملک میں اقلیتوں کا بال بیکا ہو جائے تو ہماری حکومت، ہمارا میڈیا تلملا اُٹھتا ہے، ہمارے لیڈر، ہمارے دانش ور، ہمارے اربابِ حل و عقد، بلبلا اُٹھتے ہیں اور اپنوں پر آسمان بھی ٹوٹ پڑے...... تو کیا کچھ ہوتا ہے...... سب جانتے ہیں...... وہ بھی ہمارے ہی ہیں جنھوں نے جب کہا...... تو کیا کہہ گئے!...... وہ کہنے لگے کہ

''پوری دُنیا میں جب تقسیم کی جاتی ہے تو بلیورز (Believers) اور نان بلیورز (Non Believers) کی تقسیم کی جاتی ہے۔ نان بلیورز کو کفار کہتے ہیں علمی اِصطلاح میں۔ اور بلیورز اُن کو کہتے ہیں جو اللہ کی بھیجی ہوئی وحی پر، آسمانی کتابوں پر، پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں؛ مذہب اُن کا کوئی بھی ہو۔ تو جب بلیورز اور نان بلیورز کی تقسیم ہوتی ہے تو یہودی عقیدے کے ماننے والے لوگ اور مسیحی برادری اور مسلمان؛ یہ تین مذاہب بلیورز میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ کفار میں شمار نہیں ہوتے۔''

(http://www.youtube.com/tahir ul qadri in christmas day)

اور وہ بولے...... نہیں...... بل کہ کفر سر چڑھ کے بولا:

''We celebrate the christmas every year.''

(http://www.youtube.com/Misuse of Blasphemy Law against Pakistani Christians & Muslims : Shaykh-ul-Islam Dr.Tahir-ul-Qadri)

یہ کسی عامی آدمی کے الفاظ نہیں کہ درخورِ اعتنانہ سمجھے جائیں، بل کہ یہ وہ کہہ رہے ہیں جو اپنے تئیں 'شیخ الاسلام' اور 'مجددِ رواں صدی' کہلواتے ہیں۔ وہی...... جنھوں نے 'منہاج القرآن' کی بنیاد رکھی اور 'طاہر القادری' نام پایا۔

؎ چوں کفر از کعبہ می خیزد کجا ماند مسلمانی

...... ہمارے قلم میں سکت نہیں...... اِس پر کچھ لکھنے کی...... صرف ہمیں اِتنا بتلایا جائے کہ...... یہ کون سے وعدے وفا کیے جا رہے ہیں؟...... یہ کون سے قرض چکائے جا رہے ہیں؟...... یہ کن مقاصد کی تکمیل ہو رہی ہے؟؟...... یا یہ اِسلام سے کوئی بدلے لیے جا رہے ہیں!!......

قارئین مسلمین! یہاں ہم آپ تک صرف یہ فکر پہنچانا چاہتے ہیں کہ قربِ قیامت کا زمانہ ہے، فتنے کا دور دورہ ہے، اِیمان لوگوں کے دلوں سے پرواز کر رہا ہے، اِلحاد و زندقہ معاشرے کا شعار بن چکا ہے۔ دِین کے نام پر سودے بازیاں ہو رہی ہیں۔ ایسے میں حضور اکرم ﷺ کا ایک اِرشادِ پاک پڑھیے اور اپنے اِیمانوں کو بچایئے! اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں:

اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیْ اَئِمَّۃً مُضِلِّیْنَ۔

''مجھے اپنی اُمت پر گم راہ پیش واؤں کا خوف ہے۔''

(عن ثوبان-جامع ترندی: ابواب الفتن؛ باب ما جاء فی الائمۃ المضلّین 2/47-ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

؎ سونے والو! جاگتے رہیو! چوروں کی رکھوالی ہے!

اے اِسلامیانِ عالم!......خدارا! حالات کا جائزہ لیتے ہوئے ......وقت کا تقاضا سمجھتے ہوئے ...... اپنے اصلی و فرعی مدِ مقابل کی پہچان کیجیے!......اپنے سب سے بڑے دُشمن کا سامنا کرنے کی خود میں جرأت پیدا کریے اور دوسروں کو شعور دیجیے!...... باطل کو باطل سمجھیے!......اُسے دُشمن جانیے اور اُس کی چالوں سے خبردار رہیے!...... یہ جن چور دروازوں سے ہمارے اندر داخل ہو رہا ہے، اُن پر ایمان کی مضبوط میخیں گاڑ کر اُنھیں ہمیشہ کے لیے بند کر دیجیے! **اللّٰھمّ ایّد و انصر و اعزّ الاسلام و المسلمین!**

خوانندگانِ گرامی کے علم میں یہ بات لانی ضروری ہے کہ ''دائرُ الاسلام'' نے اپنے روزِ قیام ہی سے تحقیق و نفاست کو اپنا معیار ٹھہرایا ہے اور اپنی منشورات کے ذریعے بہت جلد اہلِ اِسلام کے علمی اِشاعتی حلقوں میں نام پیدا کر لیا ہے۔ اِدارۂ ہٰذا کی توجہ خاص برِ عظیم کے مقتدر علما اور پختہ قلم کاروں کے اُردو وِرثۂ علمیہ کی از سرِ نو اِشاعت کی جانب مرکوز ہے۔ پہلے ''المُبین''، ''**نزھۃ المقال فی لحیۃ الرجال**'' (فخر المتکلمین علامہ سیّد محمد سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ) اور اب یہ کتاب اسی کا پرتو ہیں۔

اہلِ سنت و جماعت کی بات کریں تو دوسرے کئی موضوعات کی طرح طویل عرصے سے عیسائیت کا موضوع بھی ایسا تشنہ تھا کہ سوائے چند ایک کتابچوں کے کوئی کتاب مارکیٹ میں دست یاب نہ تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے لم یزل کرم سے اِدارہ نے اِس کام کی باقاعدہ اِبتدا بھی کر دی ہے۔ ربّ العزت جل مجدہٗ ہمارے محسن محترم مولانا خورشید احمد سعیدی صاحب کو سلامت رکھے۔ وہ کام کرتے جا رہے ہیں اور ہم اِن شاءاللہ اُن کے تحقیقی شہ پارے وقتاً فوقتاً آپ کی خدمت میں پیش کرتے جائیں گے۔

وقف للاسلام

محمد رضاءالحسن قادری

جمعہ (یوم العید) 5 ربیع الغوث (الثانی) 1432ھ

تقدیم

'ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی' کے صدر حضرت صاحب زادہ سیّد وجاہت رسول قادری زِید مجدہٗ فروری ۲۰۰۷ء میں جامعہ اِسلامیہ کھاریاں کے اِفتتاح کے لیے تشریف لائے۔ اُنھیں ملنے کے لیے میں جامعہ رضویہ احسن القرآن، دینہ ضلع جہلم گیا تو اُس ملاقات میں محترم جناب محمد سہیل احمد سیالوی ابن شیخ المُجوّدین حضرت القاری محمد یوسف سیالوی دامت برکاتہم العالیہ سے بھی ملاقات ہوگئی۔ محمد سہیل صاحب نے میرا بڑا اِکرام فرمایا اور واپسی پر مجھے بہت سی کتب اور رسائل بھی تحفۃً عنایت فرمائے۔ ان کتب میں ''ابحاثِ ضروری'' کا ایک نسخہ بھی تھا۔ اس کے مطالعہ سے یہ واضح ہوا کہ یہ کتاب بہت شان دار ہے۔ یہ اَب بھی اتنی مفید ہے جتنی اُنیس ویں صدی کے آخر میں پہلی بار چھپنے کے وقت تھی۔ اِس لیے سوچا کہ اسے دوبارہ شائع کر کے اکیس ویں صدی کے قارئین کو اس سے اِستفادہ کا موقع فراہم کیا جائے۔

اِس وقت تک دست یاب مصادر سے علم ہوتا ہے کہ ''ابحاثِ ضروری'' پہلی بار ۱۲۸۸ھ یعنی ۱۸۷۱ء یا ۱۸۷۲ء میں چھپی تھی۔ اس طبع میں ''رسالہ شکوکِ کفارہ کا جواب الجواب'' ملحق نہیں تھا کیوں کہ ''جواب شکوکِ کفارہ'' پادری صاحبان نے لودھیانہ مشن سے ۱۸۷۴ء میں شائع کیا تھا۔ اس لیے ''ابحاثِ ضروری'' کا وہ طبع جو ۱۸۷۸ء میں شائع کیا گیا اس میں اس تحریر کا رد بھی ساتھ ہی شائع کر دیا گیا۔ ہر دو طبعات پر مصنف حضرت حافظ ولی اللہ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید حضرت مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کے نہایت وقیع حواشی موجود ہیں۔ جب ہم نے ان دونوں کا تقابل کیا تو معلوم ہوا کہ پہلی طباعت میں زیادہ اِحتیاط ملحوظ رکھی گئی تھی۔ اس کی کچھ تفصیل اور مثالیں آگے آرہی ہیں۔

اُردو زبان کے ماہرین لکھنؤ، دکن اور دِلّی کی اردو کو معیاری زبان قرار دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حافظ ولی اللہ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے لاہور شہر کی اُردو اس طرح کی معیاری شمار نہیں کی گئی جیسے مذکورہ دبستانوں کی کی گئی۔ ایک طرف یہ صورت حال ہے۔ دوسری جانب یہ امر ہے کہ یہ لاہوری اردو بھی اُنیس ویں صدی کے ثلثِ اخیر کی ہے۔ اب ہم اکیس ویں صدی کا پہلا عشرہ گزار چکے ہیں۔ لہٰذا ایک سو چالیس سال کے دوران اُردو زبان کے محاورے، رسم الخط اور ذخیرۂ الفاظ میں نمایاں تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ قدیم الفاظ، پرانے تلفظ اور متروک طرزِ تحریر نے اب کتاب کو سمجھنا مشکل بنا دیا ہے۔ مزید برآں بیس ویں صدی کی بائبلوں کی اُردو سے شناسا قارئین کے لیے اُنیس

ویں صدی کی بائبلوں کی اصطلاحات وغیرہ کو سمجھنا اتنا آسان نہیں رہا۔اس لیے زیرِ نظر کتاب کو ایک بار پھر علم دوست قارئین تک پہنچانے کے لیے ہمیں کئی اقدامات کرنے پڑے۔ جن میں سے زیادہ اہم باتیں درج ذیل ہیں:۔

+ مفہوم میں کوئی تبدیلی کیے بغیر عبارت کو معاصر محاورہ کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی۔ مثلاً وے کو وہ لکھا، لمبے جملوں کو چھوٹا کیا۔اس کی ایک مثال یہاں ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ فصل پنجم میں ایک جملہ یوں ہے: ''پانی پتی صاحب حقیقی عرفان ماہ ستمبر ۱۸۶ کے صفحہ ۵ مین ماہواری چراغ تحقیق کو روشن کر کے اہل اسلام کو بسبب اعتقاد رکھنے انجیل منزل من اللہ زمانہ حضرت عیسیٰ میں روغن تاریخدانی سے مثل فتیلہ خشک کی جانتے ہین''۔

اسے ہم نے یوں لکھا ہے: ''پانی پتی صاحب ماہ واری چراغِ تحقیق کو روشن کرتے ہیں۔ ''حقیقی عرفان'' ماہ ستمبر ۱۸۸۶ء کے صفحہ ۵ میں اہلِ اِسلام کو روغن تاریخ دانی سے مثل خشک فتیلہ کے سمجھتے ہیں کیوں کہ وہ حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں اللہ کی نازل کردہ انجیل کا اِعتقاد رکھتے ہیں''۔

+ جدید اُسلوب کے پیشِ نظر پیرابندی بھی کی۔ کتاب میں جہاں کہیں فارسی مصرعے مصنف نے بغیر ترجمہ کے شامل کیے تھے اُن کا ترجمہ بھی کر دیا۔ قدیم طرزِ تحریر میں بعض الفاظ کو جوڑ کر لکھا جاتا تھا، آج انہیں سمجھنے میں دِقت پیش آسکتی ہے، اس لیے انہیں الگ کر کے لکھا۔ مثلاً 'اندنون' کو 'ان دِنوں' لکھا۔

+ تفہیم مطالب کو آسان بنانے کی خاطر کئی ذیلی عنوانات وضع کیے مگر انہیں بڑی بریکٹ [......] میں بند کیا تا کہ انہیں محقق کی طرف سے سمجھا جائے۔

+ یہ کتاب اُنیس ویں صدی کے ثلثِ اخیر میں منصۂ شہود پر آئی تھی۔اس دور میں اگرچہ بائبل کے تنقیدی مطالعات عروج کی طرف جارہے تھے تاہم وہ ایک تو بہت عام اور آسانی سے دست یاب نہیں تھے۔ دوسرے یہ کہ انگریزی زبان میں ہونے کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے کتب خانوں میں جگہ نہیں پا سکے تھے۔ مگر آج صورت حال بدل گئی ہے۔ آج کے مسلمانوں میں انگریزی جاننے والوں کی تعداد بڑھ گئی ہے؛ ان کے کتب خانوں میں اب انگریزی زبان کی کتب کا مناسب ذخیرہ بھی پایا جاتا ہے؛ مزید یہ کہ انٹرنیٹ کی وجہ سے بہت سے مصادر و مراجع سے واقفیت اور ان تک رسائی بہت آسان ہوگئی ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر کتاب میں معاصر مطالعات اور آسانی سے دست یاب انگریزی کتب کے حوالے بھی دیے گئے ہیں تا کہ اگر کوئی محقق کام کو آگے بڑھانا

چاہے تو اس کے لیے آسانی ہو جائے۔

✦ مسلمانوں کے لیے قرآن کا تلفظ اور اس سلسلے میں مروّج رسم الخط معیار بن چکے ہیں۔ اس لیے کتاب کی مختلف اِصطلاحات کو اس معیار کے ہم آہنگ کر دیا۔ مثلاً توریت کو توراۃ لکھا۔

✦ بائبل کے عہد نامہ قدیم اور جدید میں شامل کتب کے ناموں پر دنیائے عیسائیت متفق نہیں ہے۔ مثلاً پروٹسٹنٹ اردو بائبل میں ایک کتاب کو زبور کہا گیا ہے مگر اسی کتاب کو کیتھولک اردو بائبل میں مزامیر بتایا گیا ہے۔ اسی طرح پروٹسٹنٹ اردو بائبل کا عہد نامہ جدید ایک نام **Paul** کے لیے لفظ پَولُس استعمال کرتا ہے مگر اسی کو کیتھولک اُردو بائبل کا عہد نامہ جدید پَولُوس لکھتا ہے۔ یہی صورت حالُ اس دور میں بھی تھی جس میں حضرت حافظ ولی اللہ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب لکھی۔ چوں کہ یہ کتاب آج کے قاری کے مطالعے کے لیے پیش کی جارہی ہے اس لیے بائبل کی کتب کے نام اور اصطلاحات کو بھی معاصر عیسائی رُجحان کے ہم آہنگ کیا گیا ہے اور اُلجھن سے بچانے کے لیے ایک ہی طرز اور تلفظ کو اختیار کیا گیا ہے۔ مثلاً ''ابحاثِ ضروری'' میں لوقا کی انجیل کے لیے کہیں 'لوقا' اور کہیں 'لوکا' تھا ہم نے اُسے ہر جگہ لوقا ہی لکھا۔ **Paul** کے لیے کبھی پولوس اور کبھی پولس تھا۔ ہم نے اس کی بجائے صرف پولس ہی اختیار کیا؛ اشعیا کو یسعیاہ اور خرقئیل کو حزقی ایل درج کیا؛ 'کتاب قوانین' کی بجائے 'کتاب احبار' لکھا؛ میخال کی بجائے میکل؛ عجلہ کی بجائے عجلاہ؛ شوغیت کی بجائے شونمیت اور لابان کی بجائے لابن لکھا ہے۔ کیوں کہ یہی طرزِ اَدا پروٹسٹنٹ عیسائیوں کی اردو بائبل میں موجود اور اُن کے ہاں مروّج ہے۔

✦ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں انیس ویں صدی میں تیار کی گئی عیسائیوں کی ''کتابِ مقدس'' سے کثیر عبارات نقل فرمائی ہیں۔ وہ زبان اور وہ بائبلیں اب عیسائیوں کے ہاں مروّج نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں ہم نے محولہ عبارات کو آج کی مروّج بائبلوں سے نقل کیا۔ بیس ویں صدی میں تیار کی گئی پروٹسٹنٹ عیسائیوں کی ''کتاب مقدس'' اور کیتھولک عیسائیوں کی ''کلامُ مقدس'' ہمارے سامنے رہیں۔ ''ابحاث ضروری'' میں منقولہ عبارت اِن میں سے جس کے قریب تر معلوم ہوئی اسی سے عبارت نقل کی اور حاشیے میں اُسی کا حوالہ دیا۔ البتہ ہم نے اس قاعدے کا پورا اِلتزام نہیں کیا۔ اس کی وجہ متعلقہ عبارت کے حوالے کے ساتھ حاشیے میں لکھ دی۔

✦ زیرِ نظر طبع میں کئی جگہ نئے حواشی کا اِضافہ کیا گیا ہے۔ جو حاشیے مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کے لکھے ہوئے تھے ان کے آخر میں حسب سابق ''فقیر محمد عفی عنہ''، جب کہ نئے حواشی کے آخر میں

''سعیدی'' لکھا۔

+ بائبل سے نقل کی گئی عبارات کے حوالوں کو متن کی بجائے ہم نے انہیں حاشیے میں جگہ دی اور انہیں ہر فصل کے آخر میں رقم کیا۔

+ ''ابحاثِ ضروری'' میں بعض جگہ محولہ عبارات کے حوالے درست نہ تھے۔ انہیں معاصر اردو بائبلوں بالخصوص پروٹسٹنٹ مسیحیوں کی ''کتاب مقدس'' کی مدد سے درست کیا۔

+ اسی طرح قرآنی آیات اور احادیث نبویہ ﷺ کی تخریج کی اور حوالے حاشیے میں درج کر دیے اور انہیں ہر فصل کے آخر میں رقم کیا۔

+ قرآنی آیات کے اُردو ترجمہ کے لیے ہم نے معاصر معروف تراجم سے مدد لی۔

+ تصحیح متن کے لیے ایک اہم کام یہ کیا گیا کہ کتاب ہذا کے طبع اوّل اور ثانی کا تقابل کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بعض مقامات پر طبع اول کی عبارت درست اور غلطیوں سے پاک پائی گئی۔ اس کی ایک مثال یہ کہ فصل سوم کے پہلے حصہ جس میں حضرت حافظ ولی اللہ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اثبات انسانیت حضرت مسیح علیہ السلام کے لیے عہد نامہ قدیم سے دلائل پیش کیے ہیں، میں انھوں نے کتاب یرمیاہ ۳۱: ۹، ۲۰ کی عبارت بھی نقل کی ہے۔ ''ابحاثِ ضروری'' کے طبع دوم ۱۸۷۴ء میں غالباً کاتب نے ایک نام افرائیل لکھ دیا تھا۔ جب کہ طبع اوّل کے علاوہ عموماً دست یاب اردو، عربی اور انگریزی بائبلوں میں یہ نام افرائیم ملتا ہے۔ اس بنا پر طبع ہذا میں افرائیم لکھ گیا ہے۔

+ اس کتاب پر حضرت مولانا فقیر محمد جہلمی کے حواشی بہت ہی علمی اور برموقع ہیں۔ طبع اول اور دوم کی مدد سے اُن کا بھی تقابلی مطالعہ کیا گیا۔ اس سے کئی غیر واضح اُمور کو سمجھنے اور اخطا کی تصحیح میں بہت مدد ملی۔ مثلاً فصل چہارم کے آخر میں ایک طویل حاشیہ ہے۔ اس کے پہلے ہی جملے میں سنہ ۱۷۷ء کے ایک ایسے مسیحی کا نام ہے جس نے فارقلیط ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ نام نا قابل فہم انداز میں لکھا ہوا تھا۔ تقابلی مطالعے سے ایک ایسا اشارہ مل گیا کہ جب انٹرنیٹ پر اسے تلاش کیا تو یہ مل گیا۔ لہٰذا اُسے درست اور قابل فہم الفاظ میں مع انگریزی حروف کے لکھ دیا گیا۔

آخر میں اُن احباب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کے بے پایاں اخلاص، بے لوث محبت اور بے کراں تعاون کی بہ دولت یہ کتاب اس شکل وصورت میں قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ سکی۔ سب سے پہلے میرے شکریے کے مستحق ہیں محترم جناب محمد سہیل احمد سیالوی صاحب جنھوں نے نہ صرف مجھے اس کتاب سے متعارف کیا بلکہ اس کا ایک نادر نسخہ بھی عنایت کیا۔ **فجزاھم اللّٰہ**

احسن الجزاء فی الدنیا و الآخرۃ۔

گزشتہ تقریباً چار سال کے عرصہ میں اس کتاب پر کام کے دوران کئی بار مجھے لاہور جانا پڑا۔ حضرت پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب نے اس سلسلے میں بہت رہنمائی فرمائی۔ میری دِلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کی شفقتوں اور محبتوں کا نیک بدلہ دنیا اور آخرت میں عطا فرمائے۔

مکتبہ ''دارُالاسلام، لاہور'' کے مؤسس جناب محمد رضاء الحسن قادری ﷾ نے اَن گنت اُمور میں دستِ تعاون دراز رکھا ہوا ہے۔ اُنھوں نے جس محبت اور خلوص کے ساتھ اِس کتاب پر کام کے لیے ہاتھ بٹایا اس کے بغیر بہت سے مراحل طے نہ ہو سکتے تھے۔ اس کا پروف پڑھنا، آخری سیٹنگ کر کے کتاب کو دیدہ زیب بنانا، میری لغزشوں کی نشان دہی کرنا وغیرہ ان امور میں سے چند ہیں جو قابل ذکر ہیں۔

انھی کے توسط سے ان کے والد گرامی قبلہ مفتی غلام حسن قادری زید شرفہ کی مدد بھی حاصل ہوئی۔ اُنھوں نے فارسی عبارات کے ترجمہ میں میری اغلاط کی تصحیح کرنے کے لیے وقت عنایت کیا اور کئی مفید مشوروں سے نوازا۔ اللہ کریم ان کے علم، عمل، عزت اور عظمت میں اِضافہ فرمائے اور دنیا و آخرت میں سرخروئی نصیب کرے۔

جامعہ رضویہ ضیاء العلوم، راول پنڈی کے مدرّس، میرے مخلص علامہ حافظ محمد اسحاق ظفر صاحب نے بھی کئی مواقع پر گراں قدر مشوروں سے نوازا۔

گولڑہ شریف کی لائبریری سے مجھے اس کتاب کے نسخوں کو دیکھنے کا موقع دیا گیا۔

میرے دوست ڈاکٹر آصف محمود صاحب نے کتاب کا پروف پڑھا۔ مَیں اِن تمام کرم فرماؤں کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اللہ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

میرے گھر والوں اور بڑی بیٹی نے آخری پروف ریڈنگ اور تقابلی مطالعے میں میرا ساتھ دیا۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو ان کے اِخلاص کا اجرِ عظیم دنیا اور آخرت ہر جگہ عطا فرمائے۔

خورشید احمد سعیدی

لیکچرار شعبہ تقابل ادیان فیکلٹی آف اِسلامک اسٹڈیز (اُصول الدین)

انٹرنیشنل اسلامک یونی ورسٹی، اسلام آباد

۱۴/صفر المظفر ۱۴۳۲ھ - ۱۹/جنوری ۲۰۱۱ء

k_ahmedpk@yahoo.com

تذکرہ حافظ ولی اللہ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

برصغیر پاک وہند کے وہ علما جنھوں نے تاریخ میں اپنے نام جلی حروف سے لکھوائے ہیں، جنھوں نے مطالعہ اسلام اور دفاعِ اسلام میں نمایاں کردار ادا کیا، جنھوں نے انگریز اِستعماریت کے دور میں باطل سے مرعوبیت کا مظاہرہ نہیں کیا، جنھوں نے آنے والی نسلوں کے لیے گراں قدر تصانیف کا ایک بیش بہا ذخیرہ چھوڑا، جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات، آپ کے اہل بیتِ اطہار، اَصحابِ کرام اور اَولیائے عظام کے ساتھ اپنا تعلق اس طرح پیش کیا کہ بعد کی نسلیں اُن ہستیوں پر اپنی جان و مال قربان کرنے میں دریغ نہ کریں، ان میں فاضل اجل، حافظ قرآن، محافظ اِسلام حضرت علامہ حافظ ولی اللہ لاہوری کا نام اہل علم وفن کے ہاں ایک بہت ہی نمایاں نام ہے۔

پیدائش وخاندان:۔

حضرت حافظ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کشمیر میں ۱۲۵۱ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اُن کا خاندان سکھ راجہ اور اُس کی حکومت کے مظالم سے تنگ آکر پنجاب کے ایک شہر پسرور، ضلع سیالکوٹ میں نقل مکانی کر آیا۔ مگر یہ خاندان وہاں زیادہ عرصہ مقیم نہ رہ سکا اور بالآخر لاہور میں آگیا۔ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان اگرچہ علمی حوالے سے پہچان نہیں رکھتا، مگر محنت، اِخلاص، دیانت داری اور علم سے محبت کرنے میں معروف تھا۔ ان کے والدین کا انتقال لاہور ہی میں ہوا۔ چوں کہ حضرت حافظ صاحب بھائیوں سے عمر میں چھوٹے تھے اس لیے کفالت وتعلیم کی ذِمہ داری ان کے بڑے بھائیوں نے نبھائی۔

اساتذہ اور تعلیم وتربیت:۔

حضرت حافظ صاحب اپنی عمر کے پانچویں سال میں ہی تھے کہ چیچک کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ اِس منحوس بیماری میں آپ کی ظاہری بینائی زائل ہوگئی، مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیرت انگیز قوتوں کا وافر حصہ عطا فرما دیا۔ حفظ قرآن کریم اور علوم شرعیہ ومتداولہ آپ نے مشہور فاضل مولانا غلام رسول کی اپنی نگرانی میں حاصل کیے اور عبور حاصل کیا۔ مولانا غلام رسول کے علاوہ مولانا نور

احمد ساکن کھائی کوٹلی اور مولانا احمد دین بگوی سے بھی استفادہ کیا۔

حضرت حافظ صاحب کا مسلک:۔

حضرت حافظ ولی اللہ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ایک صحیح سنی العقیدہ اور صوفی عالم دین تھے۔ انہیں تمام صوفی بزرگوں سے بالعموم اور حضرت غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے بالخصوص گہری عقیدت اور سچی محبت تھی۔ انھوں نے بڑی مہارت سے اپنی تصانیف جو در حقیقت تردید عیسائیت میں گراں قدر اثاثہ ہیں، میں حضرت غوثِ اعظم اور خواجہ بہاء الدین نقش بند رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے دیے ہیں اور اُن کی تعلیمات و کرامات سے استدلال کیا ہے۔

''ابحاثِ ضروری'' کی پانچویں فصل میں جو کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے بیان میں ہے، میں جناب حافظ صاحب نے ''بھجۃ الاسرار'' کے حوالے سے حضرت غوث پاک کی کرامات کا تذکرہ کیا ہے اور ان سے استدلال کرتے ہوئے اپنے موقف کا اثبات کیا ہے۔

اسی طرح ''تصدیق المسیح'' میں عبد اللہ آتھم عیسائی کے ۲۳ سوالات کے جب جوابات آپ نے لکھے، تو اُن میں پہلے جواب کے اختتام پر بھی امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''مرآۃ الیقظان'' کے حوالے سے آپ نے حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی کرامات کا تذکرہ بڑے ادب و احترام سے فرمایا ہے۔ جب اس کتاب کا اُردو میں ترجمہ آپ کے شاگرد رشید فاضل وقت مولوی فقیر محمد جہلمی نے کیا، تو انہوں نے بھی اسی ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شاگرد بھی اپنی استاد کا ہم عقیدہ اور صوفیہ و اولیا سے گہری محبت و عقیدت رکھنے والا تھا۔

کمالات:۔

حضرت حافظ ولی اللہ لاہوری لاہور کے متبحر علما میں سے ایک تھے۔ انگریزی عہد میں اُنھوں نے علم حاصل کیا اور وہ ترقی پائی کہ سب سے گوئے سبقت لے گئے۔ اصحاب علم و دانش، تذکرہ نگاروں نے آپ کو عالم فاضل، فقیہ، متبحر مباحث، مناظر، واعظ، جامع علوم عقلیہ ونقلیہ کے القابات سے یاد کیا ہے۔ حافظہ کا وہ حال تھا کہ کسی مسئلہ یا علمی بات کے بارے میں شاگرد سے کتاب کی عبارت پڑھوا کر صفحہ و سطر پوچھ لیتے پھر کیا مجال تھی کہ وہ آپ کو بھول جائے فوراً بتا دیتے کہ فلاں مسئلہ یا مضمون فلاں کتاب کے فلاں صفحہ و سطر میں ہے۔ اجنبی ملاقاتی اگر دس پندرہ

سال کے بعد بھی ملتے تو آپ ان کی آواز سے ہی ان کو پہچان لیتے تھے۔

چوں کہ آپ کو فقہی مسائل کے اِستنباط میں بڑی دسترس تھی اس لیے اکثر لوگ فتاویٰ کے لیے آپ کے پاس آتے تھے۔آپ ہر جمعہ کو جامع مسجد لاہور میں اہل اسلام کو اپنے پُر اثر وعظ سے مستفید کرتے تھے۔ وعظ نہایت عمدہ کہتے تھے۔ باوجود نابینائی کے خدا نے دل کی روشنی اور عقل کا جوہر آپ کو ایسا دیا تھا کہ سب کتابیں آپ کو نوک زبان یاد تھیں۔ حکامِ وقت آپ کی عزت کرتے اور عدالت سے فتاویٰ آپ ہی سے طلب کیے جاتے تھے۔

لاہور میں جو عرب آتے وہ آپ سے ضرور ملاقات کرتے تھے اور آپ روانی اور بے تکلفی سے اُن سے عربی زبان میں گفتگو کرتے تھے۔علاوہ علم دین کے منطق و تاریخ سے بھی باخبر تھے۔

''ابحاثِ ضروری'' کے قدیم ایڈیشن کے ٹائٹل پر حضرت حافظ کی شان میں ''عالم کامل، فاضل اجل، زبدۃ المناظرین، عمدۃ المباحثین، جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول'' کے القابات مکتوب ہیں جو اُن کی جلالتِ علمی اور عظمتِ شان کا پتا دیتے ہیں۔

مناصب:۔

آپ پہلے مسجد وزیر خان میں درس دیتے رہے، پھر ڈپٹی برکت علی مرحوم نے جو آپ کے بڑے قدر دان تھے، آپ کو بادشاہی مسجد میں بلوالیا۔آپ نے زندگی کے آخری لمحوں تک وہیں درس تدریس کی خدمات جاری رکھیں۔

معاصرین کے درمیان معزز ومحترم شخصیت:۔

آپ کے زمانہ میں لاہور میں نامی گرامی علما موجود تھے۔خلیفہ حمید الدین صاحب، مولوی نور احمد صاحب نیلا گنبد والے، مولوی سعد الدین مسجد حویلی میاں خاں، مولوی حسام الدین ستھاں والے، مولوی غلام قادر صاحب بھیروی بیگم شاہی مسجد والے جو اس زمانہ میں بھاٹی دروازہ میں رہتے تھے، مولوی غلام محمد صاحب بگہ والے، مولوی محمد امین الدین صاحب، لیکن ان سب کی موجودگی میں لاہور اور بیرون جات لاہور کے تمام مسلمانوں کا رجوع خصوصا شرعی مسائل میں آپ ہی کی طرف رہتا تھا۔

حضرت شیخ علامہ رحمت اللہ صاحب کیرانوی مہاجر مکی جن کی یادگار میں مکہ معظمہ میں مدرسہ

صولتیہ قائم ہے، نے آپ کو مکہ معظمہ سے اپنی مشہور زمانہ عربی کتاب ''اظہار الحق'' ہدیۃً بھیجی۔ یہ کتاب مطالعہ اور رد عیسائیت پر اب بھی ایک لاجواب کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔ یہ کئی یونی ورسٹیوں میں نصاب میں شامل ہے۔ آپ کو یہ کتاب ہدیہ کرتے وقت شیخ رحمت اللہ ہندی کیرانوی نے آپ کے تبحر علمی اور آپ کے فن مناظرہ میں صاحب کمال ہونے پر مسرت قلبی کا اِظہار کیا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی جو پنجاب کے نام ور اہل حدیثوں میں شمار ہوتے ہیں قلعہ میہاں سنگھ میں آپ کے ہم سبق رہے ہیں۔

میدانِ مناظرہ کا شہ سوار:۔

حضرت حافظ ولی اللہ لاہوری کا دور برصغیر میں مختلف ادیان و مذاہب کے درمیان مناظروں اور مباحثوں کا دور تھا۔ آپ اہل تشیع کے علاوہ عیسائیوں سے مناظروں اور مباحثوں کے حوالے سے بڑے مشہور تھے۔ تردید عقائد نصاریٰ میں آپ کو وہ ملکہ اور ید طولیٰ حاصل تھا کہ بڑے بڑے پادری آپ کے مقابلہ سے کنارہ کشی کر جاتے تھے۔ مناظرہ کے علم میں آپ کو یہ اِستعداد تھی کہ بڑے بڑے عیسائی پادری آپ کے روبہ رو بول نہیں سکتے تھے۔ شیعہ کے علما کا دم خشک ہوتا تھا۔ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اِن الفاظ میں آپ کا تعارف کروایا ہے:۔

''حضرت حافظ صاحب نہ صرف قرآن مجید، بلکہ عیسائیوں کی اِنجیل کے بھی حافظ تھے۔ انہیں انجیل کے مختلف ایڈیشنوں کے صفحات اور سطریں تک ازبر تھیں۔ ۱۸۴۹ء میں پنجاب بھی انگریزوں کے زیرنگیں آگیا، تو لارڈ ڈلہوزی نے یورپ کے عیسائی پادریوں کو ایک خاص منصوبے کے تحت مشنری مراکز قائم کرنے کی دعوت دی، خاص طور پر لاہور میں جن پادریوں نے اپنے مشن کو زور شور سے شروع کیا، ان میں پادری فورمین (بانی ایف سی کالج لاہور)، پادری فنڈر اور پادری عماد الدین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان پادریوں نے عیسائیت کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ اسلام پر کھلم کھلا رکیک حملے شروع کر دیے۔ جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ عام مسلمانوں میں اِضطراب پایا جانے لگا''۔

آپ کا اُن سب سے تحریری وتقریری مباحثہ ومناظرہ ہوتا رہا۔ تذکرہ نگاروں نے اسی سلسلے میں ایک دل چسپ واقعہ محفوظ کیا ہے۔ علامہ شرف قادری لکھتے ہیں:۔

''ایک دفعہ آپ لاہور سے باہر گئے ہوئے تھے۔ واپسی پر پتہ چلا کہ آج تین دن سے مسلمانوں کے علما اور پادری فنڈر کے درمیان مناظرہ ہو رہا ہے۔ آپ آتے ہی میدانِ مناظرہ میں پہنچ گئے اور علما سے اجازت لے کر تن تنہا مقابلے میں آ گئے۔ فرمایا: کیوں کہ مَیں نابینا ہوں اس لیے اپنے مدِ مقابل کو قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ چناں چہ آپ کو پادری کے پاس لے جایا گیا۔ آپ نے اس کے چہرے کو ٹٹولا اور اس کے منہ پر ایسا زناٹے دار تھپڑ رسید کیا کہ پادری کے منہ سے خون بہنے لگا۔ بس پھر کیا تھا مناظرہ ہنگامے کی نذر ہو گیا۔

دوسرے دن انگریز مجسٹریٹ کے سامنے بیان دیتے ہوئے آپ نے فرمایا: 'مجھ پر یہ الزام غلط ہے کہ مَیں نے ارادۂ قتل سے تھپڑ مارا ہے۔ مَیں تو دیکھنا چاہتا تھا کہ پادری صاحب انجیل مقدس پر ایمان رکھتے ہیں یا نہیں۔ کیوں کہ انجیل میں لکھا ہے کہ اگر تمھیں ایک تھپڑ مارا جائے تو دوسرا گال پیش کر دو، مگر پادری صاحب نے انجیل کی تعلیم پر عمل کرنے کی بجائے مقدمہ دائر کر دیا ہے۔'

اس کے ساتھ ہی حافظ صاحب نے انجیل کے ۲۱ ایڈیشنوں کے حوالے صفحہ وسطر کی قید سے سُنا دیے اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ فلاں ایڈیشن فلاں لائبریری میں اور فلاں ایڈیشن فلاں پادری کے پاس ہے۔

پادری فنڈر جواب دینے کے لیے اٹھا تو اس نے حافظ صاحب کے بیان کی تائید کی اور مقدمہ واپس لے لیا۔''

اثر ورسوخ:۔

حضرت حافظ ولی اللہ لاہوری صرف ایک جگہ بیٹھ کر خدمت اسلام کرنے والے عالم نہیں تھے۔ امن عامہ قائم کروانے میں بھی آپ نے اپنی خدمات پیش کیں۔ ہوشیار پور میں ایک مرتبہ آپ کے شاگرد مولوی فتح محمد پٹیالہ کے مباحثہ ومناظرہ سے تنگ آ کر پادریوں نے ان کے خلاف

کوئی جھوٹا مقدمہ قائم کر دیا۔ لاہور سے حافظ ولی اللہ اور خلیفہ رجب دین ہوشیار پور گئے۔ مولوی الٰہی بخش وکیل ان دنوں ہوشیار پور ہی میں تھے۔ حافظ صاحب کا چرچا دور دور تک پھیل رہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ باوجود پولیس کے انتظام کے ہزار ہا لوگوں نے آپ کا استقبال کیا۔ آخر آپ کی اور پادری فورمین کی کوشش سے فریقین کی اس مقدمہ میں صلح ہوگئی۔

شادی اور اولاد:۔

حضرت حافظ ولی اللہ لاہوری نے لاہور ہی میں اپنی برادری میں شادی کی۔ بڑا بیٹا عبد العزیز ۱۹ سال کی عمر میں آپ کی وفات کے سات سال بعد انتقال کر گیا۔ چھوٹے لڑکے کا نام اسحٰق تھا اور اسی نام سے ان کی کنیت ابو اسحٰق مشہور تھی، مگر وہ بچپن ہی میں وفات پا گیا۔ تذکرہ نگاروں نے آپ کے نواسہ بشیر عالم کا نام بھی قلم بند کیا ہے جو باغیچی صمدو میں رہتے تھے۔

تلامذہ:۔

آپ کے علم و فضل اور آپ کی بابرکت صحبتوں سے جن لوگوں نے فیض حاصل کیا ہے، ان کی تعداد تو کثیر ہے، لیکن منشی محمد اسمٰعیل وکیل، منشی عبدالکریم مختار، مولوی الٰہی بخش وکیل، مولوی فتح محمد ہوشیار پوری صف اول میں شمار کیے جاتے ہیں۔

مگر وہ شاگرد جس نے آپ کی کتب اور آپ کے نام کو زندہ رکھا اور جن کی خدمات کی وجہ سے یہ سطور قارئین کے ہاتھوں میں پیش ہو سکی ہیں وہ حضرت مولوی فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اصحابِ علم و دانش میں یہ نام غیر معروف نہیں ہے کیوں کہ مولانا فقیر محمد جہلمی کی مشہور تصنیف ''حدائق الحنفیہ'' بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ اسی طرح ان کی تصنیف لطیف ''زُبدۃ الاقاویل فی ترجیح القرآن علی الاناجیل'' بھی تعارف و تعریف کی محتاج نہیں۔ اِن شاء اللہ یہ تصنیف لطیف سج دھج کے ساتھ عن قریب قارئین کے ہاتھوں میں پہنچے گی۔

حضرت فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف اپنے استاد محترم کی تصانیف کو زیور طباعت و اشاعت سے مزین کیا بلکہ ان پر وقیع اور گراں قدر حواشی بھی لکھے جن سے اہل علم کو بلا شبہ فوائد حاصل ہوئے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔

تصانیف:۔

راقم الحروف کو اِس وقت تک حضرت حافظ ولی اللہ لاہوری کی چھے کتب ملی ہیں۔ اکثر تذکرہ نگاروں نے تین کا ذکر کیا ہے۔ شاید اُنھوں نے اختصار سے کام لیا ہوگا اور صرف بہت زیادہ مشہور کتب کے نام درج کیے یا پھر انہیں آپ کی پوری مصنفات کا علم نہیں ہو سکا ہوگا۔ اللہ اعلم بالصواب۔ درج ذیل میں ان چھے کتب کا بالاختصار تعارف پیش کیا گیا ہے:-

۱- مباحثۂ دینی (۱۸۶۷ء)

مطبع مصطفائی لاہور ۱۸۷۴ء کا مطبوعہ ''مباحثۂ دینی'' کا جو نسخہ اس وقت زیرِ نظر ہے، اس کے ۳۶ صفحات ہیں۔ اس کے ساتھ مولوی فقیر محمد جہلمی کا تحریر کردہ تکملہ از صفحہ ۳۷ تا ۵۶ ہے۔

اس کے ٹائٹل سے واضح ہوتا ہے کہ یہ مباحثہ حضرت حافظ ولی اللہ اور پادری عماد الدین کے درمیان مارچ ۱۸۶۷ء میں امرتسر میں ہوا تھا۔ اس گفتگو پر تکملہ مولوی فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸۷۴ء میں تحریر کیا۔ اس مباحثہ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ یہ مباحثہ چند جلسوں میں مکمل ہوا تھا۔ پہلا جلسہ ۴ر مارچ ۱۸۶۷ء کو امرتسر میں مولوی احمد اللہ کے مکان پر ہوا تھا۔ دوسرا جلسہ ۵ر مارچ ۱۸۶۷ء کو پادری کلارک کی کوٹھی پر ہوا۔ پہلے جلسے کے موضوعات حقیت اناجیل مروجہ، صفات باری تعالیٰ، نبی کا معنی اور مفہوم، نبوت کی شرائط، بازاروں میں تقسیم ہونے والے توراۃ اور اناجیل کے نسخوں کی صحت و معتبری تھے۔ ان موضوعات پر پہلے پادری عماد الدین نے گفتگو کی۔ پھر حضرت حافظ ولی اللہ صاحب نے جواب میں اُس کے موقف کی کم زوری اور بطلان پر دلائل پیش کیے۔ دوسرے جلسے میں تقریباً انہی موضوعات پر فریقین نے گفتگو جاری رکھی۔ تیسرا جلسہ ۷ر مارچ ۱۸۶۷ء کو ہوا۔ اس جلسے میں اخلاقیات، جہاد، کفارہ وغیرہ کے حوالے سے سوال جواب اور اِعتراض ورُدود پیش کیے گئے۔

یہ مباحثہ ایک تاریخی ریکارڈ ہے کہ عیسائی پادری کیسے حیلے بہانوں سے حضرت حافظ ولی اللہ لاہوری کا سامنا کرنے سے گھبراتے تھے۔ پادری عماد الدین نے اس مباحثہ کو 'مباحثۂ اِتفاقی'' کے نام سے شائع کروایا اور اس میں کئی غلط بیانیاں کیں۔ اس وجہ سے حضرت مولوی فقیر محمد جہلمی نے اصل تفصیلات اور اِنکشافات بیس صفحات کے تکملہ میں پیش کر دیں۔ فنِ مناظرہ اور اس کی تاریخ سے دل چسپی رکھنے والوں کے لیے اس مباحثے کا مطالعہ بلاشک وشبہ بہت مفید اور معلوماتی ہے۔

۲- تصدیق المسیح (۱۸۷۰ء)

حافظ ولی اللہ لاہوری ؒ نے یہ کتاب فارسی زبان میں لکھی تھی۔ اس میں انہوں نے عبد اللہ آتھم عیسائی کے ۲۳ سوالوں کے جواب دیے تھے۔

مولوی فقیر محمد جہلمی نے اس فارسی کتاب کا اردو میں ترجمہ کیا، اِضافہ کیا اور بعض عبارات کی تشریح وتوضیح بھی کی۔ اس کے ایڈیشنز کی تفصیل درج ذیل ہے:-

۱- مطبع کوہ طور، لاہور ۱۸۷۰ء ۲- مطبع محمدی، لاہور ۱۸۷۸ء

۳- اِسلامیہ پریس، لاہور ۱۸۹۱ء

اِس وقت زیرِ نظر اس کتاب کا وہ اُردو نسخہ ہے جو ۱۲۸۷ھ/ ۱۸۷۰ء کو مطبع کوہِ طور، لاہور میں بہ اِہتمام مرزا نتھو بیگ چھپا تھا۔ اس کتاب کے ۵۶ صفحات ہیں۔ پہلا اور اِکیس واں سوال حضور نبی کریم ﷺ کے معجزات سے متعلق تھا۔ دوسرا سوال قرآن سے معجزات کے ثبوت کے بارے میں ہے۔ تیسرا سوال بھی معجزات سے متعلق ہے۔ چوتھا سوال جمع قرآن کے بارے، پانچ ویں سے تیرھویں تک اور بیس واں سوال معجزۂ شق القمر کے بارے میں، چودھواں اور پندرھواں سوال ناسخ ومنسوخ قرآن کے بارے میں، سولھواں سوال قرآن اور کتب سابقہ کے درمیان تعلق کے بارے میں، سترھواں، اٹھارھواں اور اُنیس واں سوال کتب سابقہ توراۃ وانجیل میں تبدیلی اور تحریف کے بارے میں، بائیس واں سوال وحی اور نزول وحی کے بارے میں ہے، آخری سوال سرور عالم ﷺ کی پیدائش کے وقت آتش کدۂ ایران کے بجھنے کے بارے میں ہے۔ ان موضوعات کے بارے میں جوابات لکھنے کے بعد مصنف نے بھی عیسائیوں سے بیس سوال پوچھے ہیں جن کے جوابات غالباً اِس وقت تک بھی عیسائیوں نے نہیں پیش کیے۔

۳- ابحاث ضروری (۱۲۸۸ھ)

''ابحاثِ ضروری'' پہلے مطبع مصطفائی، لاہور سے ۱۲۸۸ھ، پھر ''جواب الجواب رسالہ شکوکِ کفارہ'' کے ساتھ مطبع محمدی، لاہور سے ۱۸۷۸ء میں چھپی۔

اِس کتاب کو ازراہِ تواضع انہوں نے رسالے کا نام دیا ہے۔ اس میں ایک مقدمہ، چھ فصول اور آخر میں خاتمہ ہے۔ کتاب کے موضوعات بہت اہم نوعیت کے ہیں۔ اِن میں عیسائیوں کے متفرق اور مختلف فرقے، عہدنامہ جدید کی مروّجہ اور مردودہ کتب کی تفصیل، اَعمالِ حسنہ کی تاکید،

نجات کے لیے فدیے اور کفارے کے عقیدے کا بطلان، ردِ الوہیتِ مسیح علیہ السلام اور اُن کی انسانیت کا اِثبات، اناجیل میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات اور اُن پر عیسائیوں کے شبہات کا ردّ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی جامعیت اور اُس پر عیسائیوں کے اعتراضات کا رد، اور آخر میں قرآنِ کریم کا کلامِ الٰہی ہونا اور اس پر اُٹھائے جانے والے اعتراضات کا رد شامل ہیں۔ خاتمہ کے بعد چھے سوالات کی ایک فہرست دی گئی ہے۔

اِس کتاب کی فصل ششم میں حافظ صاحب نے 'مباحثہ دینی' کا حوالہ دیا ہے۔ گویا ''مباحثۂ دینی'' ترتیب میں ''ابحاثِ ضروری'' سے پہلے شائع ہوا تھا۔ اس کے خاتمہ میں ''صیانۃ الانسان'' کی تیاری کی خبر بھی دی ہے، جو کہ زیورِ طباعت سے مزین ہونے کے اِنتظار میں تھی۔ کتاب ہذا میں کئی پادریوں مثلاً پادری فنڈر اور عماد الدین پانی پتی وغیرہ اور ان کی کتب ''میزان الحق''، ''ہدایت المسلمین'' وغیرہ کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ اُن سے حضرت حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے مباحثے اور مناظرے ہوئے۔

یہ کتاب اگرچہ ایک ضخیم تصنیف نہیں ہے لیکن اس کے موضوعات اور مباحث اساسی، بنیادی، نہایت شان دار اور ابدی اہمیت کے حامل ہیں۔ اِس کے علاوہ اس کی یہ خصوصیت بھی ہے کہ پیچیدگیوں اور طویل تاویلات سے پاک ہے۔ حافظ صاحب کا انداز نپا تُلا اور بہ راہِ راست ہے۔ الکلام ما قلّ و دلّ کا مصداق ہے۔

۴۔ صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیطان فی ردّ تحقیق الایمان (۱۲۸۹ھ)

اِس وقت مطبع مصطفائی، لاہور ۱۲۹۸ھ کا جو نسخہ زیرِ نظر ہے اس کے ۲۴۸ صفحات ہیں۔ اس تصنیفِ لطیف کے تمہیدی کلمات سے علم ہوتا ہے کہ یہ ''مباحثۂ دینی'' کے بعد شائع کی گئی۔ اس کتاب کا سببِ تصنیف بیان کرتے ہوئے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود لکھتے ہیں:

''قبل بحث امرتسر کے عماد الدین نے ایک کتاب مسمّی بہ 'تحقیق الایمان' جس میں چند صفحات 'ازالۃ الاوہام' کا جواب لکھا تھا لکھی تھی۔ کسی عالم نے بہ سبب اس کے کہ وہ کتاب فی حد ذاتہٖ نقیض ایک دوسرے مطلب کی تھی جواب نہ دیا تھا۔ مصنف مذکور اپنے گھر میں غرور میں آکر کہنے لگے کہ میری کتاب کا کوئی جواب نہیں دیتا۔ چناں چہ اِسی خام خیالی سے کتاب 'ہدایت المسلمین' اور 'تاریخ محمدی' بھی لکھ ماری۔

بہتر سمجھا کہ اس کے اس غرور کو توڑا جائے یعنی جواب 'تحقیق الایمان' کا جو مدت سے تیار تھا چھپوا کر خدمت میں پانی پتی صاحب کے بھیجا جائے۔''

اِس کتاب کی تمہید میں حضرت حافظ ولی اللہ ؒ نے حقیت وغیر حقیت کے ثبوت کے لیے سات قواعد بیان کیے ہیں۔ اس کے بعد پہلا مقدمہ عقائد کے بیان میں اور دوسرا مقدمہ تحقیقات سندات کے بیان میں لکھا ہے۔ پھر فصل اوّل: ''تحقیق الایمان'' کے قواعد کے تردید میں، فصل دوم: مقدمہ کے جواب میں، فصل سوم: باب اوّل کی تمہید کے جواب میں، فصل چہارم: باب اوّل کی فصل اوّل کے جواب میں، فصل پنجم: باب اوّل کی دوسری فصل کے جواب میں، فصل ششم: باب اوّل کی تیسری فصل کے جواب میں، فصل ہفتم: باب اوّل کی چوتھی فصل کے جواب میں، فصل ہشتم: دوسرے باب کی تمہید کے جواب میں، فصل نہم: دوسرے باب کی چوتھی فصل کے جواب میں اور آخر میں خاتمہ کا جواب لکھا ہے۔

اِن فصول میں تثلیث، ابنیتِ مسیح علیہ السلام، کفارہ، نجات، اناجیل کی سندات، اناجیل کے داخلی تناقضات، مباحثہ ومناظرہ کے قواعد وضوابط، اناجیل میں واقع ہونے والی تحریف، احادیث پر اعتراضات کا رد، اثبات نبوت ورسالت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور اس پر اعتراضات کا رد، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیا پر فضیلت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات پر اعتراضات کا رد، حضرت مسیح کی پیشین گوئیاں، قرآن مجید کی پیشین گوئیاں، کتبِ سابقہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات، حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارات، تعلیماتِ اسلام پر اعتراضات کا رد، تعدد ازواج پر اعتراضات کا رد، نسخ شرائع سابقہ، جہاد پر اعتراضات کا رد، کیا عیسائیت من جانب اللہ ہے؟ وغیرہ بیسیوں موضوعات پر قلم اُٹھایا ہے اور دفاعِ اسلام کا حق ادا کر دیا ہے۔ اِن شاء اللہ یہ عظیم الشان کتاب بھی عن قریب دورِ حاضر کے تقاضاہائے تحقیق وتزئین کے مطابق قارئین کے ہاتھوں میں ہوگی۔

۵- شکوک کفارہ

''ابحاثِ ضروری'' ۱۲۸۸ھ/ ۱۸۷۱ء میں شائع ہوئی تھی۔ یہ رسالہ کتابِ مذکور کی فصل ثانی در بحثِ کفارہ پر اعتراضات کا جواب ہے جو ایک پادری نے کیے تھے۔ رسالہ ہٰذا ''صیانۃ الانسان'' کے آخر میں طبع ہوا تھا۔

۶- جواب الجواب رسالہ شکوک کفارہ (۱۸۷۸ء)

''جوابِ شکوکِ کفارہ'' مشن پریس لودھیانہ سے ۱۸۷۴ء میں چھپا تھا اور یہ اسی رسالے کا

جواب ہے اور ''ابحاثِ ضروری'' کے آخر میں تین صفحات پر پھیلا ہوا ملتا ہے۔ اس جواب جواب میں آپ نے معترض کے بیس اقوال نقل کیے ہیں اور ہر قول کے ساتھ ہی اُس کا جواب اور رد لکھ دیا ہے۔ اِس جوابی رسالے میں عیسائی مصنف کے دلائل کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں۔

وصال:۔

حضرت حافظ ولی اللہ لاہوری کی وفات بہ مرض اِسہال یوم جمعہ وقت ظہر ۲۴/ جمادی الاولی ۱۲۹۶ھ بہ مطابق ۱۸۷۹ء میں ہوئی۔ ان کے محبّ اور مخلص شاگرد حضرت فقیر محمد جہلمی نے ''حدائق الحنفیہ'' میں قطعہ تاریخ وفات حسب ذیل لکھا ہے:

آں حافظِ شیریں زباں واں واعظِ خوش تر بیاں شد روز آدینہ رواں زیں دار پُر رنج و عنا
بود از جمادیٰ اوّلیں تاریخ بست و چار میں پنہاں شدہ زیر زمیں آں صاحب فہم و ذکا
یاسیںؔ پے سالش ورق بہ گرفت دل گفتش سبق بہ نویس جاں دادہ بہ حق حافظ ولی اللہ ولی

مزارِ پُر انوار لاہور ہوٹل (میکلوڈ روڈ نزد لاہور اسٹیشن) کے عقب میں فلیمنگ روڈ پر واقع ہے۔ یہاں حضرت حافظ ولی اللہ لاہوری کے نام پر ایک ''محلہ حافظ ولی اللہ''، ایک ''حافظ ولی اللہ مارکیٹ'' ہے۔ اِسی کے قریب شاہ ابو المعالی روڈ نیز حضرت شاہ ابو المعالی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا اِحاطہ بھی ہے۔

مصادر و مراجع

۱۔ حدائق الحنفیہ: مولوی فقیر محمد جہلمی، مرتبہ: خورشید احمد خان، لاہور: مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ، طبع چہارم ۱۹۰۶ء۔

۲۔ تاریخ لاہور: کنہیا لال ہندی، مرتبہ: کلب علی خاں فائق، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اوّل ۱۹۷۷ء۔

۳۔ مشاہیر کشمیر: محمد الدین فوق، لاہور: ظفر برادرس تاجران کتب، ۲۹ جولائی ۱۹۳۰ء۔

۴۔ تذکرہ اکابر اہل سنت: علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری، لاہور: مکتبہ قادریہ۔

۵۔ تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت لاہور: پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، لاہور: مکتبہ نبویہ، طبع اوّل ۱۹۸۷ء۔

۶۔ تصدیق المسیح: حافظ ولی اللہ لاہوری، مترجم: فقیر محمد جہلمی، تمام ایڈیشن

۷۔ صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیطان فی ردّ تحقیق الایمان: حافظ ولی اللہ لاہوری، لاہور: مطبع مصطفائی، ۱۲۹۸ھ۔

۸۔ مباحثۂ دینی مع تکملہ: حافظ ولی اللہ لاہوری، لاہور: مطبع مصطفائی، ۱۸۷۳ء۔

فہرست

تمہید

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَیْسَ لَہٗ وَلَدٌ وَ لَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ، فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَنْزَلَ الْقُرْاٰنَ وَ ھُوَ بَیْنَ الْحَقِّ وَ الْبَاطِلِ فُرْقَانٌ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَرْسَلَہٗ بِالْبَیِّنَاتِ وَ اَکْرَمَہٗ عَلٰی سَائِرِ الْاَنْبِیَاءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ بِالْاٰیَاتِ الْوَاضِحَاتِ وَ عَلٰی اٰلِہِ الَّذِیْنَ بَذَلُوْا جُھْدَھُمْ لِاِعْلَاءِ کَلِمَۃِ الدِّیْنِ وَ عَلٰی اَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ طَلَبُوْا عَلٰی فِرَقِ الْمُخَالِفِیْنَ بِالدَّلِیْلِ الْمَتِیْنِ۔

اَمَّا بعدُ

راجی اِلٰی رحمت اللہ حافظ ولی اللہ محمدی غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ وَ لِوَالِدَیْہِ اہل بصیرت کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس احقر نے ضروری علوم کی تحصیل سے فراغت کے بعد مخالف فرقوں سے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا بہ ایں لحاظ کہ

ع رسانیدن امر حق طاعتست

(حق بات دوسروں تک پہنچانا طاعت الٰہی ہے)

خصوصاً عیسائیوں سے کہ وہ اُن دِنوں جس مسجد میں کسی عالم کا نام سن پاتے اُس کے دروازے پر جا کے مدعیٔ بحث ہوتے جب کہ علمائے اہل اِسلام حکامِ وقت کے مزاج سے ناواقفی اور کتبِ مخالفین کے عموماً دست یاب نہ ہونے کی وجہ سے گفت گو کو مناسب نہ سمجھتے تھے، مگر الحمدللہ آج وہ حالت ہے کہ فرقہ مذکور کا کوئی فرد بحث کا نام زبان پر نہیں لاتا۔ اِس فدوی نے پندرہ سال کے عرصہ میں مختلف شہروں میں صدہا پادریوں سے مناظرہ کیا اور اُن کی تصانیف کا بھی مطالعہ کیا۔ متنازع فیہ پانچ چھ مسئلے ہیں۔ اِن سب کی تفصیل اِس مختصر رِسالے میں نہیں آسکتی، اس لیے بہ طور نمونہ لکھتا ہوں۔ یہ رِسالہ ایک مقدمہ، چھ فصول اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

مقدمہ

اِس مقدمہ میں چند ضروری اُمور کا بیان ہے کہ جن کا جاننا ضروریات سے ہے:-

اَمرِ اوّل: [عیسائی فرقے اور اُن کے مختلف عقائد]:-

عیسائیوں کے کئی فرقے ہیں۔ اُن کا اِعتقاد ایک دوسرے سے نہیں ملتا۔ چناں چہ اُن کے باہمی اِختلاف مختصراً یہاں پیش ہیں:-[۱]

پہلا فرقہ ابیونی (Ebionites) تھا۔ اِس کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف ایک آدمی تھے اور وہ حضرت مریم (Mary) اور یوسف نجّار (Joseph the Carpenter) سے عام آدمیوں کی مثل پیدا ہوئے۔ یہ فرقہ جناب پولُس (Paul) اور اُس کے خطوط (Epistles) کو رد کرتا تھا۔ وہ پولُس کو توراۃ سے پھرا ہوا کہتے تھے حالاں کہ اَور عیسائی اُسے تمام حواریوں پر ترجیح دیتے ہیں اور اُسی کے کہنے سے اَحکامِ توراۃ سے آزادی حاصل کر بیٹھے ہیں۔

دُوسرا فرقہ مارسیونی (Marcionites) تھا۔ اِس فرقے کا عقیدہ یہ تھا کہ خدا دو ہیں۔ ایک خالق خیر اور دوسرا خالق شر ہے۔ توراۃ دوسرے خالق کی بھیجی ہوئی ہے جب کہ انجیل پہلے کی۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ مسیح مرنے کے بعد جہنم میں گیا۔ اُس نے وہاں سے قابیل اور سدوم (Sodom) کے لوگوں کی اَرواح کو نجات دی حالاں کہ وہ زندگی میں کافر ہی رہے مگر حضرات ابراہیم، نوح وغیرہما علیہم السلام کو دوزخ میں رہنے دیا۔ یہ فرقہ کتب متعلقہ توراۃ کو الہامی نہ مانتا تھا۔ یہ اِنجیلوں میں سے اگر چہ صرف اِنجیل لُوقا کو اِلہامی سمجھتا تھا مگر اس انجیل کے پہلے دو ابواب کو بھی اِلہامی نہیں مانتا تھا۔

تیسرا فرقہ مانی کیز (Manichaeans) تھا۔ یہ یقین رکھتا تھا کہ کتبِ عہدِ عتیق قابل اِعتبار نہیں ہیں۔ اَناجیل میں بھی بہت سی باتیں اِلحاقی ہیں۔ اور یہ کہ مسیح علیہ السلام کے بعد کسی مجہول الاسم شخص نے اَناجیل کو لکھا اور حواریوں سے منسوب کر دیا تا کہ لوگ انھیں معتبر سمجھیں۔

اَمرِ دوم: [اناجیل کا سنِ کتابت]:-

سارے پولُسی عیسائی یقین رکھتے ہیں کہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں کوئی انجیل نہیں تھی۔ ساٹھ ستر برس کے بعد کئی اِنجیلیں لوگوں نے لکھیں۔ اُن کے زمانہ تصنیف میں اگرچہ اختلاف ہے مگر اِس میں شک نہیں کہ یہ عرصہ دراز کے بعد ہی لکھی گئی ہیں۔ قدما سے ہارن صاحب نے اپنی تفسیر [۲] میں اختلافِ زمانہ کی تفسیر کی ہے۔ اِن دِنوں پانی پتی جو اپنی پت کو فنڈر صاحب سے زیادہ سمجھتا ہے ''مباحثہ اِتفاقی'' میں ساٹھ برس پر اِتفاق کرتا ہے اور ''حقیقی عرفان'' ماہ ستمبر ۱۸۶۸ء کے صفحہ ۵ میں لکھتا ہے کہ ''مسلمان ناواقفیت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں انجیل ایک کتاب تھی، حالاں کہ ایسا نہ تھا۔''

امرِ سوم: [کتبِ عہدِ جدید]:-

کتبِ عہدِ جدید کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم میں وہ کتب شامل ہیں جو بالفعل موجود اور مانی بھی جاتی ہیں۔

دوسری قسم میں وہ کتب ہیں جو ابتدا میں تو تسلیم کی جاتی تھیں مگر رفتہ رفتہ پادری صاحبان نے مختلف کمیٹیوں کے بعد انھیں جعلی ٹھہرا کر مرتبۂ اِلہام سے ساقط کر دیا۔

تفصیل کتب قسمِ اوّل:

اِنجیل متی، اِنجیل مرقس، اِنجیل لوقا، اِنجیل یوحنا، اَعمال الرُسُل، پولُس (**Paul**) کے خطوط، پطرس کے دو خطوط، یعقوب کا خط، یوحنا کے تین خطوط، یہودا حواری کا خط اور مکاشفۂ یوحنا۔

تفصیل کتب قسمِ دوم:

عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب کتب کے اَسما: خط بہ نام ایگریس بادشاہ اڑیسہ، خط بہ نام پطرس و پولُس، تمثیلوں اور وعظ کی کتاب، دَھرم گیت جو حواریوں اور مریدوں کو سکھائے جاتے تھے۔ مسیح، مریم اور دایہ مریم کی جنم بھوم کی کتاب، خط جو چھٹی صدی میں آسمان سے گرا۔

مریم علیہا السلام سے منسوب کتب کے اسما: خط بہ نام اگناشس (**The Letter to Ignatius**)، خط بہ نام سی سیلیان، کتاب جنم بھوم مریم (**The Birth of Mary**)، مریم اور دایہ کی کتاب، مریم کی تاریخ اور حدیث، معجزات مسیح کی کتاب، مریم کے چھوٹے بڑے

سوالات کی کتاب (The Questions of Mary)، کتاب نسل مریم وانگشتری سلیمانی۔

پطرس سے منسوب کتب کے اسما: انجیل پطرس (The Gospel of Peter)، اعمال پطرس (The Acts of Peter)، مشاہدات پطرس (The Apocalypse of Peter)، ایضاً مشاہدات پطرس، خط بہ نام کلیمنٹ (Letter to Clement)، مباحثہ پطرس وائی میں، تعلیم پطرس (The Preaching of Peter)، وعظ پطرس، آداب نماز پطرس، کتاب خانہ بدوشی پطرس، کتاب قیاس پطرس (The Judgment of Peter)۔

یوحنا سے منسوب کتب کے اسما: اعمال یوحنا (The Acts of John)، انجیل دوم یوحنا، کتاب خانہ بدوشی یوحنا، حدیث یوحنا، خط بہ نام ہیڈروپک، وفات نامہ مریم، مسیح اور صلیب سے ان کے نزول کا تذکرہ، مشاہدات دوم یوحنا، آداب نماز یوحنا۔

اندریا حواری سے منسوب کتب کے اسما: انجیل اندریا (The Gospel of Andrew)، اعمال اندریا (The Acts of Andrew)

متی حواری سے منسوب کتب کے اسما: انجیل طفولیت، آداب نماز متی۔

فیلپ حواری سے منسوب کتب کے اسما: انجیل فیلپ (The Gospel of Philip)، اعمال فیلپ۔

توما حواری سے منسوب کتب کے اسما: انجیل توما (The Gospel according to Thomas)، اعمال توما (The Acts of Thomas)، انجیل طفولیت مسیح (The Infancy Gospel of Thomas)، مشاہدات توما (The Apocalypse of Thomas)، کتاب خانہ بدوشی توما۔

یعقوب حواری سے منسوب کتب کے اسما: انجیل یعقوب (The Protevangelium of James)، آداب نماز یعقوب، وفات نامہ مریم۔

متیاہ جو عروج مسیح کے بعد حواریوں میں شامل ہوا تھا سے منسوب کتب کے اسما: انجیل متیاہ (The Gospel according to Matthias)، حدیث متیاہ (The Traditions of Matthias)، اعمال متیاہ۔

مرقس سے منسوب کتب کے اسما: مصریوں کی انجیل (The Gospel According

(to the Egyptians)، آداب نماز مرقس، کتاب پی ثن بز نبار۔

برنباہ سے منسوب کتب کے اسما: انجیل برنباہ (The Gospel of Barnabas)، خط برنباہ (The Letter of Barnabas)

تھی ڈیوس سے منسوب کتاب کا نام: انجیل تھی ڈیوس (The Gospel of Thaddaeus)

پولس سے منسوب کتب کے اسما: اعمال پولس (The Acts of Paul)، اعمال تھکلہ (The Acts of Thecla)، خط بہ نام لادوکیان (Paul's Letter to the Laodiceans)، تیسرا خط موسومہ تھسلنکیوں کا، تیسرا خط بہ نام کرنتھیوں کے (The Third Letter to the Corinthians)، خط کرنتھیوں کی طرف سے اور اُس کا جواب پولس کی طرف سے، خط بہ نام سینکا اور ایک خط سینکا کی طرف سے (Correspondence of Paul and Seneca)، مشاہدات پولس (The Apocalypse of Paul)؛ ایضاً مشاہدات پولس، وژن پولس، اَنابی کشن پولس، انجیل پولس، وعظ پولس، سانپ کے منتر کی کتاب، پری سپٹ پطرس و پولس۔

احقر نے طوالت کے خوف سے صرف عہدِ جدید کی کتابوں کی تفصیل لکھی ہے۔ اگر کوئی عیسائی اس تحریر کا منکر ہو تو اکیہو مو[۳] کی تصنیفات کو دیکھ لے۔ اب مَیں مُتمسّکا باللہ اصل مطلب کو بیان کرتا ہوں اور مخالفوں پر سیدھی راہ ظاہر کرتا ہوں۔ آگے اُن کا اختیار ہے۔

ناظرین رسالہ ہذا کی خدمت میں بہ نظر خیر خواہی اِلتماس ہے اگر اس رسالہ کے مطالعہ سے حقیقت اِس جانب کی ثابت اور واضح ہو جائے تو عادتِ قدیمی کو ملحوظ نہ رکھیں بلکہ نجاتِ ابدی میں داخل ہوں اور اس احقر کے حق میں دعائے خاتمہ بالخیر فرمائیں۔ باللہ التوفیق و بہ نستعین

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے، مثلاً:

1. Philip Schaff, ***History of the Christian Church***, (New York: Charles Scribner's Sons, 1885), pp. 430-434;

2. Bart D. Ehrman, ***Lost Christianities: the Battles for Scripture and the***

Faiths we never knew, *Oxford University Press, 2003;*

3. Bart D. Ehrman, ***Lost scriptures: Books that did not make it into the New Testament,*** *Oxford University Press, 2003;*

4. Wilhelm Schneemelcher (ed.), ***New Testament Apocrypha***, USA: Westminster John Knox Press. 2003, vol. I &II. سعیدی

۲- چناں چہ ہارن صاحب اپنی تفسیر کی جلد۴، حصہ دوم کے باب دوم میں فرماتے ہیں کہ ''احوال جو ہم کو کلیسیا کے قدیم مؤرخین سے اناجیل کے اوقاتِ تالیف کے بارے میں ملے ہیں ایسے غیر معین اور ابتر ہیں کہ کسی ایک امر معین کی طرف نہیں پہنچاتے۔ اور پُرانے سے پُرانے قدمانے اپنے وقت کی گپوں کو سچ سمجھ کر لکھ دیا ہے اور وہ لوگ جو اُن کے بعد ہوئے ہیں ادب سے اُن کے لکھے ہوئے کو قبول کر لیا۔ اس طرح یہ جھوٹی سچی روایتیں ایک لکھنے والے سے دوسرے لکھنے والے تک پہنچیں اور مدت دراز گزرنے کے بعد ان کی تنقید سے معذور ہو گئے۔''

پھر اسی جلد میں لکھتے ہیں: ''پہلی انجیل سن ۳۷ یا ۳۸ یا ۴۱ یا ۴۳ یا ۴۸ یا ۶۱ یا ۶۲ یا ۶۳ یا ۶۴ عیسوی میں اور دوسری انجیل سن ۵۶ء سے ۶۵ء تک اور غالباً ۶۰ء یا ۶۳ء میں اور تیسری انجیل سن ۵۳ء یا ۶۳ء یا ۶۴ء میں اور چوتھی انجیل سن ۶۸ء یا ۶۹ء یا ۷۰ء یا ۹۷ یا ۹۸ عیسوی میں تالیف ہوئی۔''

اُس کے علاوہ پانی پتی صاحب نے بھی اِن اختلافات کو اپنی کتاب ''ہدایت المسلمین'' کے صفحہ ۶۰ میں تسلیم کر لیا ہے۔ فقیر محمد عفی عنہ

۳- اِس کے علاوہ پانی پتی صاحب نے خود بھی ''ہدایت المسلمین'' کے صفحہ ۸۴ میں ان کتابوں کو مان لیا ہے اور کہا ہے کہ ''ضرور یہ کتب شروع سے مذہب عیسوی میں تصنیف ہوئی تھیں لیکن الہام سے نہیں لکھی گئی تھیں۔''

میں کہتا ہوں کہ صرف اپنے منہ سے کہہ دینا کہ یہ کتب الہامی ہیں اور یہ غیر الہامی یا یہ کہنا کہ ہمارے اَسلاف نے انھیں غیر الہامی قرار دیا ہے مخالف کے سامنے پایۂ اعتبار سے بالکل ہی ساقط ہے کیوں کہ عیسائی یہ بات کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں کر سکتے۔ صرف اپنے اسلاف کی گپوں پر یقین کر لیا ہے حالاں کہ خود اناجیل مروجہ کا تو من اولہ اِلیٰ آخرہ کلام اِلٰہی ہونا دلائل عقلیہ یا نقلیہ سے آج تک عیسائی ثابت نہیں کر سکے تو اور کتب کا غیر الہامی ہونا کس دلیل سے ثابت کر سکتے ہیں۔ عیسائیوں پر واجب ہے کہ پہلے وہ کتب قسم اوّل کو بہ دلائل عقلیہ ونقلیہ الہامی ثابت کر لیں، پھر انہیں دلائل سے قسم دوم کا الہامی یا غیر الہامی ہونا ثابت ہو جائے گا۔ فقیر محمد عفی عنہ

فصل اوّل:۔

اَعمالِ حسنہ کی تاکید کا بیان

مسیحی لوگ[۱] اِعتقاد رکھتے ہیں کہ نجات اَعمال حسنہ پر موقوف نہیں بلکہ مسیح کے کفارہ ہونے پر یقین کرنے سے ہے۔ اس لیے پہلے توراۃ وانجیل کے چند مقامات نقل کیے جاتے ہیں جن سے اَعمال کی تاکید ثابت ہے۔

[اَعمالِ حسنہ کی تاکید از عہد نامہ قدیم]:۔

کتاب خروج (Exodus) میں بنی اسرائیل کے بارے میں لکھا ہے کہ خدا تعالٰی نے فرمایا: ’’اگر تو دِل لگا کر خداوند اپنے خدا کی بات سنے اور وہی کام کرے جو اُس کی نظر میں بھلا ہے اور اُس کے حکموں کو مانے اور اُس کے آئین پر عمل کرے تو مَیں اُن بیماریوں میں سے جو مَیں نے مصریوں پر بھیجیں تجھ پر کوئی نہ بھیجوں گا کیوں کہ مَیں خداوند تیرا شافی ہوں‘‘۔[۲]

کتاب احبار (Leviticus) میں ہے: ’’تم میرے حکموں پر عمل کرنا اور میرے آئین کو مان کر اُن پر چلنا۔ مَیں خداوند تمہارا خدا ہوں۔ سو تم میرے آئین اور احکام ماننا جن پر اگر کوئی عمل کرے تو وہ اُن ہی کی بدولت جیتا رہے گا میں خداوند ہوں‘‘۔[۳]

کتاب احبار میں مزید یہ ہے: ’’اگر تم میری شریعت پر چلو اور میرے حکموں کو مانو اور اُن پر عمل کرو تو مَیں تمہارے لیے بروقت مینہ برساؤں گا اور زمین سے اناج پیدا ہوگا اور میدان کے درخت پھلیں گے۔ یہاں تک کہ انگور جمع کرنے کے وقت تک تم داؤتے رہوگے اور جوتنے بونے کے وقت تک انگور جمع کروگے اور پیٹ بھر اپنی روٹی کھایا کروگے اور چین سے اپنے ملک میں بسے رہوگے۔ اور مَیں ملک میں امن بخشوں گا اور تم سوؤگے اور تم کو کوئی نہیں ڈرائے گا اور مَیں بُرے درندوں کو ملک سے نیست کردوں گا اور تلوار تمہارے ملک میں نہیں چلے گی۔ اور تم اپنے دشمنوں کا پیچھا کروگے اور وہ تمہارے آگے آگے تلوار سے مارے جائیں گے۔ اور تمہارے پانچ آدمی سو کو رگیدیں گے اور تمہارے سو آدمی دس ہزار کو کھدیڑ دیں گے اور تمہارے دشمن تلوار سے تمہارے آگے آگے مارے جائیں گے۔ اور میں تم پر نظر عنایت رکھوں گا اور تم کو برومند کروں

گا اور بڑھاؤں گا اور جو میرا عہد تمہارے ساتھ ہے اُسے پورا کروں گا۔ اور تم عرصہ کا ذخیرہ کیا ہوا پُرانا اناج کھاؤ گے اور نئے کے سبب سے پُرانے کو نکال باہر کرو گے۔ اور میں اپنا مسکن تمہارے درمیاں قائم رکھوں گا اور میری رُوح تم سے نفرت نہ کرے گی۔ اور میں تمہارے درمیان چلا پھرا کروں گا اور تمہارا خدا ہوں گا اور تم میری قوم ہو گے۔ میں خداوند تمہارا خدا ہوں جو تم کو ملکِ مصر سے اِسی لیے نکال کر لے آیا کہ تم اُن کے غلام نہ بنے رہو اور میں نے تمہارے جوئے کی چوبیں توڑ ڈالی ہیں اور تم کو سیدھا کھڑا کر کے چلایا۔'' [۴]

کتاب استثناء (Deuteronomy) میں ہے: ''پس تو وہ اَحکام اَور قوانین اور قضائیں مان جن پر عمل کرنے کے لیے مَیں آج کے دن تجھے حکم دیتا ہوں۔ پس اگر تو اُن قضاؤں کو سُنے گا، اُن کو مانے گا اور اُن پر عمل کرے گا تو وہ تجھے اجر دے گا، یعنی خداوند تیرا خدا تیرے لیے اپنے اُس عہد اور اپنی اُس رحمت کو یاد رکھے گا جس کی اُس نے تیرے باپ دادا سے قسم کھائی۔ وہ تجھے پیار کرے گا اور تجھے برکت دے گا اور تجھے بڑھائے گا۔ وہ تیرے رِحم کے پھل کو اور تیری زمین کے پھل کو بھی یعنی تیرے غلے اور تیری مئے اور تیرے تیل اور تیرے مواشی کے بچوں اور تیری بھیڑ بکری کے گلوں کو اُسی ملک میں برکت دے گا جس کی بابت اُس نے تیرے باپ دادا سے قسم کھائی تھی کہ تجھے عطا کرے گا اور تو سب قوموں سے بڑھ کر مبارک ہو گا اور تمہارا کوئی چوپایہ بانجھ نہ ہو گا اور تم میں کوئی خواہ مرد ہو خواہ زن بے اولاد نہ رہے گا۔ اور خداوند ہر ایک بیماری تجھ سے دُور کرے گا اور مصر کے اُن سب بُرے مرضوں میں سے جن کو تو جانتا ہے کوئی مرض تجھ پر نہ لائے گا بلکہ اُن کو تیرے دشمنوں پر ڈالے گا''۔ [۵]

ایسا ہی اُسی کتاب کے اور مقامات پر بھی مذکور ہے۔ [۶]

اور ایسا ہی مضمون کتاب یوشع (Joshua) میں ہے: ''شریعت کی یہ کتاب تیرے منہ سے نہ ہٹے بلکہ تجھے دِن اور رات اِسی کا دِھیان ہو تا کہ جو کچھ اِس میں لکھا ہے اُس سب پر تُو احتیاط کر کے عمل کر سکے۔ کیوں کہ تب ہی تجھے اقبال مندی کی راہ نصیب ہو گی اور تو خوب کام یاب ہو گا۔ کیا میں نے تجھ کو حکم نہیں دِیا؟ سو مضبوط ہو جا اور حوصلہ رکھ۔ خوف نہ کھا اور بیدل نہ ہو کیوں کہ خداوند تیرا خدا جہاں جہاں تو جائے تیرے ساتھ رہے گا۔'' [۷]

کتاب ا۔ تواریخ (1-Chronicles) میں ہے: ''اور میرے بیٹے سلیمان کو ایسا کامل دل

عطا کر کہ وہ تیرے حکموں اور شہادتوں اور آئین کو مانے اور اُن سب باتوں پر عمل کرے اور اُس ہیکل کو بنائے جس کے لیے میں نے تیاری کی ہے۔ پھر داؤد نے ساری جماعت سے کہا: اب اَپنے خداوند خدا کو مبارک کہو اتب ساری جماعت نے خداوند اپنے باپ دادا کے خدا کو مبارک کہا اور سر جھکا کر اُنہوں نے خداوند اور بادشاہ کے آگے سجدہ کیا۔'' [۸]

کتاب یسعیاہ (Isaiah) میں ہے: ''زمین اپنے باشندوں سے نجس ہوئی کیوں کہ اُنہوں نے شریعت کو عدول کیا۔ آئین سے منحرف ہوئے۔ عہد ابدی کو توڑا۔ اس سبب سے لعنت نے زمین کو نگل لیا اور اُس کے باشندے مجرم ٹھہرے اور اسی لیے زمین کے لوگ بھسم ہوئے اور تھوڑے سے آدمی بچ گئے۔'' [۹]

کتاب حزقی ایل میں لکھا ہے: ''اور تم جانو گے کہ میں خداوند ہوں جس کے آئین پر تم نہیں چلے اور جس کے احکام پر تم نے عمل نہیں کیا بلکہ تم اُن قوموں کے احکام پر جو تمہارے آس پاس ہیں کاربند ہوئے۔'' [۱۰]

تاکیدِ اعمالِ حسنہ کا ثبوت کتبِ عہدِ عتیق سے تو پیش کر دیا۔ اب اَناجیلِ مروجہ سے حوالہ جات کو توجہ سے سُنیں۔ خدا کے لیے صاحبو! صرف سُننے پر ہی اِکتفا نہ کریں بلکہ عمل بھی فرمائیں! ہٹ دھرمی اور تعصب کے شکار نہ ہو جائیں۔ اگر عمل نہ کرو گے تو انجیل کے مخالف تمہیں کہلاؤ گے۔

[اعمالِ حسنہ کی تاکید از عہد نامہ جدید]:-

انجیل متی (Matthew) [۱۴] میں ہے: ''اور جب چالیس دن اور چالیس رات روزہ رکھ چکا آخر کار بھوکا ہوا۔'' [۱۵]

انجیل لوقا (Luke) میں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے: ''مگر وہ جنگلوں میں الگ جا کر دُعا کیا کرتا تھا''۔ [۱۱]

یعقوب (James) کے خط میں لکھا ہے: ''اے میرے بھائیو! اگر کوئی کہے کہ میں ایمان رکھتا ہوں مگر اعمال نہ رکھتا ہو تو کیا فائدہ؟ کیا ایسا ایمان اُسے بچا سکتا ہے؟''

مزید یہ لکھا ہے: ''پس تم دیکھتے ہو کہ آدمی اعمال ہی سے صادق ٹھہرتا ہے نہ کہ فقط ایمان سے۔ پس جیسے بدن بغیر رُوح کے مُردہ ہوتا ہے ویسے ہی ایمان بھی بغیر اعمال کے مردہ ہی ہوتا

ہے۔'' [۱۲]

یوحنا (John) کے پہلے خط میں لکھا ہے: ''کیوں کہ خدا سے محبت رکھنا یہ ہے کہ ہم اُس کے حکموں پر عمل کریں اور اُس کے حکم بھاری نہیں۔ کیوں کہ جو کوئی خدا سے پیدا ہوا ہے وہ دُنیا پر غالب آتا ہے اور جس فتح سے ہم دنیا پر غالب آگئے ہیں ہمارا ایمان ہے۔'' [۱۳]

اب معتقد مذکور کو چاہیے کہ ایسے جعلی اعتقاد سے دست بردار ہو کر سیدھی راہ تلاش کرے۔ ایسے فریب سے بچے اور اپنے خداوند خدا کو واحد جانے اور یہ بھی سمجھے کہ خداوند تعالیٰ بُرے کام کو پسند نہیں کرتا۔ نیک کام سے راضی ہوتا ہے۔ اپنے احکام پر عمل کرنے والوں کو نجاتِ اَبدی کی خوش خبری دیتا ہے۔

۱۔ چناں چہ پادری فنڈر صاحب ''میزان الحق'' اُردو ۱۸۶۱ء کے صفحہ ۱۲۰ میں اس بات کی تصریح کرتے ہیں۔

۲۔ خروج ۱۵:۲۶ (کتاب مقدس)۔

۳۔ احبار ۱۸:۴۔۵ (کتاب مقدس)۔

۴۔ احبار ۲۶:۳۔۱۳ (کتاب مقدس)۔

۵۔ استثناء ۷:۱۱۔۱۵ (کلام مقدس)۔

۶۔ دیکھیے: استثناء: ۱۰:۱۳:۱۲:۱۳:۸:۱۳:۴ اور ۲۶:۱۶۔

۷۔ یوشع ۱:۸۔۹ (کتاب مقدس)۔

۸۔ ۱۔ تواریخ ۲۹:۱۹۔۲۰ (کتاب مقدس)۔

۹۔ اشعیاء ۲۴:۵۔۶ (کتاب مقدس)۔

۱۰۔ حزقیل ۱۱:۱۲ (کتاب مقدس)۔

۱۱۔ لوقا ۵:۱۶ (کتاب مقدس)۔

۱۲۔ یعقوب کا خط ۲:۱۴،۲۴،۲۶ (کلام مقدس)۔

۱۳۔ ۱۔ یوحنا ۵:۳۔۴ (کلام مقدس)۔

۱۴۔ اِس کے علاوہ انجیل متی ۱۶: ۲۷ ''کیوں کہ ابن آدم اپنے باپ کے جلال میں اپنے فرشتوں کے ساتھ آئے گا تب ہر ایک کو اس کے اعمال کے موافق بدلہ دے گا''۔

پھر ۱۹: ۱۶۔۱۷ میں لکھا ہے: ''اے نیک استاد! میں کون سا نیک کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں؟ اس نے اس سے کہا: تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے؟ نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا۔ پر اگر تو زندگی میں داخل ہوا چاہے تو حکموں پر عمل کر''۔

پھر انجیل لوقا ۸: ۲۰۔۲۱ ''اور اُسے خبر ہوئی کہ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے تجھے دیکھا چاہتے ہیں۔ اس نے جواب میں انھیں کہا کہ میری ماں اور میرے بھائی وہ ہیں جو خدا کا کلام سنتے اور اس پر عمل کرتے ہیں''۔

پھر انجیل یوحنا ۱۴: ۱۴ ''اگر تم مجھے پیار کرتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو۔ ورس ۲۱: جس کے پاس میرے حکم ہیں اور وہ ان پر عمل کرتا ہے وہی مجھ سے محبت رکھتا ہے''۔

پس دیکھو کہ یہ صاف عبارات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ہر ایک کو اُس کے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا اور جناب مسیح بھی اُسی شخص پر راضی ہیں جو خدا کے حکم پر چلتا ہے۔ پھر یہ جو کہتے ہیں کہ کوئی خدا کے حکم پر نہیں چل سکتا مسیح کی صاف تکذیب ہے۔ کیوں کہ اگر یہی بات ہوتی تو کیوں مسیح اعمالِ حسنہ کی ایسی تاکید کرتے اور جزا سزا کو اعمال پر موقوف فرماتے؟ فقیر محمد عفی عنہ

اس حاشیہ میں مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نے اعمالِ حسنہ کی تاکید کے بارے میں ''عہد نامہ جدید'' سے متی کی انجیل ۱۹: ۱۶۔ ۱۷ کو بھی نقل کیا تھا۔ اس کی عبارت یوں ہے: ''اے نیک استاد! میں کون سا نیک کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں؟ اس نے اس سے کہا: تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے؟ نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا۔ پر اگر تو زندگی میں داخل ہوا چاہے تو حکموں پر عمل کر''۔

اس عبارت کو غور سے ملاحظہ فرمائیں تو آپ دیکھیں گے کہ اس کا پہلا حصہ ایک سائل کا سوال ہے اور دوسرا حصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب ہے۔ سائل نے انھیں مخاطب کرتے وقت لفظ 'استاد' استعمال کیا اور اُس کے ساتھ 'نیک' کی صفت بھی لگائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب میں جو جملہ بولا وہ اِستفہامِ اِنکاری ہے۔ انبیائے کرام نہ صرف یہ کہ نیک ہوتے ہیں بلکہ وہ تو نیک بننے والوں کے لیے ایک کامل نمونہ بھی ہوتے ہیں۔ وہ نہ صرف یہ کہ خود معصوم اور گناہوں سے پاک ہوتے ہیں بلکہ وہ گناہ گاروں کو گناہوں سے پاک ہونے کا درس دینے والے کامل ہادی بھی ہوتے ہیں۔ لیکن اُن کی روش یہ نہیں ہوتی کہ اپنے بارے میں یہ اعلان کرتے پھریں کہ ہم نیک ہیں، ہم نیک ہیں۔ لہٰذا اُنھوں نے از راہِ تواضع فرمایا ہوگا ''تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے؟ نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا۔'' تا کہ دوسرے لوگ اس سے سبق سیکھیں اور تواضع اختیار کریں۔ یہ بہت اہم بات ہے اس لیے انہوں نے اصل سوال کا جواب دینے سے پہلے اس بات کی اہمیت واضح فرمائی۔

مگر مروّجہ متی کی انجیل کے جدید ایڈیشنوں میں اس پرانی عبارت میں پروٹسٹنٹ اور کیتھولک دونوں فرقوں کے مترجم عیسائی علما نے ایک واضح تحریف کر دی ہے لیکن اُس تحریف شدہ عبارت کے الفاظ نقل کرنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک دو پرانی انجیلوں سے اس مقام کی عبارت نذرِ قارئین کر دی جائے تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ مولانا فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل عبارت میں کوئی کوتاہی نہیں کی تھی۔

۱۶۱۱ء میں شاہِ انگلستان جیمز نے اپنی سلطنت کے چوٹی کے باون عیسائی علما کو ایک انگریزی بائبل تیار کرنے کا حکم دیا۔ اس طرح جو بائبل تیار ہوئی اسے کنگ جیمز بائبل کے نام سے شہرت ملی۔ اسے 'Authorized Version' بھی کہتے ہیں۔ اس بائبل کے مطابق متی کی انجیل ۱۹: ۱۶۔ ۱۷ کی عبارت یوں ہے:

And behold, one came and said unto him, Good Master,

what good thing shall I do, that I may have eternal life? And he said unto him, Why callest thou me good? there is none good but one, that is God: but if thou wilt enter into life, keep the commandments.

اِس عبارت کو ذہن میں رکھیے اور درجِ ذیل عبارت کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔عیسائی علما نے ۱۸۸۶ء میں بیروت سے عربی زبان میں 'العهد الجديد' کے نام سے ایک انجیل شائع کی۔اس میں زیرِ بحث مقام کی عبارت یوں ہے:-

وَ اِذَا وَاحِدٌ تَقَدَّمَ وَ قَالَ لَهٗ اَيُّهَا الْمُعَلِّمُ **الصَّالِحُ** اَیَّ صَلَاحٍ اَعْمَلُ لِتَكُوْنَ لِیَ الْحَيٰوةُ الْاَبَدِيَّةُ ○ فَقَالَ لَهٗ **لِمَاذَا تَدْعُوْنِیْ صَالِحًا لَيْسَ اَحَدٌ صَالِحًا اِلَّا وَاحِدٌ وَ هُوَ اللّٰهُ** وَ لٰكِنْ اِنْ اَرَدْتَ اَنْ تَدْخُلَ الْحَيٰوةَ فَاحْفَظِ الْوَصَايَا○

انگریزی اقتباس کے خط کشیدہ اور عربی اقتباس کے موٹے کیے گئے الفاظ اور ان کے مفہوم کو ذہن میں رکھتے ہوئے اب ملاحظہ فرمایئے بائبل سوسائٹی انارکلی، لاہور کی جانب سے شائع کی جانے والی کتاب مقدس (93/95Series) کی اِس مقام کی عبارت کے الفاظ یہ ہیں:-

اور دیکھو ایک شخص نے پاس آکر اُس سے کہا: اَے اُستاد! مَیں کون سی نیکی کروں تا کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں؟ اُس نے اُس سے کہا: تُو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے؟ نیک تو ایک ہی ہے لیکن اگر تُو زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو حکموں پر عمل کر۔

آپ نے جان لیا ہوگا کہ اِس عبارت میں ''نیک استاذ'' کی ترکیب سے صفت کو ہٹا کر صرف 'اُستاذ' بنا دیا گیا ہے۔شاید موجودہ انجیل کے مترجمین کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام نیک نہیں ہوں گے۔مزید یہ کہ اُن کے جواب کے الفاظ 'تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے؟ نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا' کو بھی بدل دیا گیا ہے۔ان کی بجائے ''تُو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے؟ نیک تو ایک ہی ہے'' لکھ دیا گیا ہے۔یہ انجیل کے متن میں تحریف کی ایک واضح مثال ہے۔سعیدی

۱۵- متی ۴:۲۔کلام مقدس اور کتاب مقدس نیو اردو بائبل ورژن کے مطابق یہاں چالیس دن اور رات روزہ رکھنے کا ذکر ہے جب کہ کتاب مقدس مطبوعہ بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور میں یہاں روزوں کی بجائے فاقوں کا ذکر ہے۔یہ تو تحریف کی واضح مثال ہے۔سعیدی

فصل دوم :-

فدیہ اور کفارہ کا مسئلہ حق ہے یا باطل؟

اہل اِسلام یہ اِعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رحیم ہے۔ اپنی رحمت سے جس گنہگار مومن کے چاہے گناہ بخش دے لیکن اگر گناہ پر عذاب دے تو عین عدل ہے اور اگر مُوَحِدین اور مصدقین اور رسولوں کے گناہ * بخشے تو عین رحمت ہے۔ ہاں مگر وہ مشرک اور ایک سچے نبی کو جھٹلانے والے شخص کو نہیں بخشے گا۔ یہ دونوں گناہ اَبدی عذاب کو واجب کر دیتے ہیں۔

مسیحی علما[1] یہ اِعتقاد رکھتے ہیں کہ کوئی بشر چاہے وہ نبی ہو یا غیر نبی، گناہ سے خالی نہیں۔ اللہ تعالیٰ عادِل ہے۔ وہ سزا دیے بغیر نہ چھوڑے گا۔ اور چوں کہ گناہ غضبِ اَبدی کا موجب ہے اس لیے اگر کوئی نجات دہندہ نہ ہو تو آدمی پر ہمیشہ غضبِ اِلٰہی رہے گا اور ہر انسان ہلاکت میں رہے گا۔ اِس لیے یہ ضروری ہے کہ کوئی اِنسان گناہوں کا کفارہ ہو، تا کہ انسان ہلاکتِ اَبدی سے نجات پائے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کفارہ اِس قسم کا ہو کہ خدا عادل قبول کرے اور سب عاصیوں کی نجات کو کافی ہو۔ ایسے کفارے کے لیے یہ امر بھی واجب ہے کہ وہ آدمیوں میں سے نہ ہو کیوں کہ سب آدمی گناہ گار ہیں اور ایک گناہ گار دوسرے گناہ گار کو نہیں بچا سکتا۔ یہ ضروری ہے کہ وہ مُنجی مقدس ہو۔ پس اللہ نے اپنے بیٹے کو جو مذکورہ اَوصاف سے موصوف اور مانع کفارہ عیوب سے مبرّا تھا گناہ گاروں کی رہائی کے لئے ظاہر کیا۔ وہ مجسّم ہو کر مخلوق کے پاس آیا، سب کے گناہ اپنے اُوپر اُٹھائے اور عاصیوں میں شمار ہو کر سب کے گناہوں کی سزا آپ پائی، سولی پر چڑھایا گیا، مدفون ہوا اور تمام مخلوق کو گناہوں سے پاک کیا۔

اب اِس اَمر کی تشخیص ضروری ہے کہ یہ کفارہ ممکن ہے یا محال عقلی ہے؟ ہمارے نزدیک مندرجہ ذیل مفصل دلائل کی بنا پر یہ کفارہ محال ہے اور مسیحی علما کی سراسر غلطی ہے۔ شفاعت کے مسئلہ کو جو کہ ہمارے نزدیک بھی مسلم ہے وہ اپنی نافہمی سے کفارہ پر محمول کرتے ہیں اور جمیع اَنبیائے کرام کو گناہ گار ٹھہراتے ہیں۔ اِبطالِ کفارہ کے دلائل حاضر ہیں۔ ملاحظہ کیجیے!

پہلی دلیل: اگر کفارہ صحیح ہو تو لازم آتا ہے کہ یہودا کو جزائے خیر ملے اور وہ نجاتِ اَبدی کو

پہنچے کیوں کہ اُس نے چند روپے [۲] لے کر مسیح کو پکڑوایا۔ اگر وہ نہ پکڑواتا تو مسیح چھپا ہی رہتا۔ حالاں کہ خلفائے مسیح نے یہودا کو حواریوں میں سے نکال دیا اور مسیح نے بھی اُسے بہت ملامت کی۔ [۳] اِسی طرح وہ شخص جس نے آپ کو صلیب پر کھینچا تھا وہ خاص جنتی ہو۔

دوسری دلیل: یہ عدل نہیں کہ گناہ گار دُنیا میں اچھی طرح گناہ کریں، آخرت میں جنت میں بھی داخل ہوں اور اُن کے عوض حضرت مسیح بے گناہ صلیب پر چڑھائے جائیں اور دوزخ [۴] میں بھی رہیں۔ اگر یہ عدل ہے تو صاحبو! بتاؤ! ظلم کس کا نام ہے؟ 'اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے' مثل مشہور ہے۔

تیسری دلیل: اگر حضرت عیسیٰ اپنی خوشی سے کفارہ قبول کرتے تو صلیب پر کیوں پکار کر کہتے کہ ایلی ایلی لمَا سبقتانی یعنی اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑا؟ [۵] یہ بے قراری اِس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنی خوشی سے صلیب پر نہ چڑھے تھے اور جو کام خوشی سے نہ ہو اس میں رضا مندی نہیں ہوتی، جب رضا مندی نہ ہوئی تو کفارہ باطل ہوا۔

چوتھی دلیل: جب مسیح نے سب کے گناہ اُٹھا لیے تو گویا وہ گناہوں کا مجموعہ ہوئے۔ پس جب گناہ گار آدمی اپنے گناہ سے عذابِ اَبدی میں رہے گا تو اُس کا کیا حال ہے جس نے سب کے گناہ اُٹھا لیے؟ سبحان اللہ، ایک عام گناہ گار ہمیشہ عذاب میں رہے جب کہ گناہوں کا مجموعہ تین دنوں میں خلاصی پائے! سچ ہے خوش فہمی اِسی کا نام ہے۔

پانچویں دلیل: اگر کفارہ کو صحیح تسلیم کر لیں تو وہ اَنبیا جو مسیح سے پہلے گذرے ہیں اُن کے متعلق یہ لازم آتا ہے کہ وہ کُفّار کے ساتھ دوزخ میں ہوں (ایسے اِعتقاد سے خدا بچائے) [۶] کیوں کہ تب تک کفارہ نہ ہوا تھا اور موجبِ کفارہ کا فدیہ مسیح ہے۔ پس عذاب میں انبیا اور کافر دونوں برابر ہوئے۔

چھٹی دلیل: ہم پوچھتے ہیں کہ کفارہ سب کا ہوا ہے یا صرف موجود لوگوں کا؟ بر تقدیرِ ثانی آئندہ اور گذشتہ زمانے کے لوگوں کے لیے اور کفارہ چاہیے۔ بر تقدیرِ اَوّل جب لوگ پیدا نہ ہوئے تھے تو اُن کے گناہ کیوں کر ایک شخص نے اُٹھائے؟ حالاں کہ گناہ ایک صفت ہے اور صفت کا موصوف کے بغیر پایا جانا محال ہے۔ پنڈت اَجودھیا پرشاد صاحب جو کہ ناواقف عیسائی ہیں لکھتے ہیں کہ گناہ علمِ خدا میں موجود تھے۔ جواب دندان شکن دیا گیا کہ ایسے ہی کفارہ بھی علمِ خدا میں

موجود تھا، ظاہر کرنے کی کیا حاجت تھی؟

ساتویں دلیل: جب مسیح نے سب کے گناہ اُٹھا لیے تو گناہ گاروں میں وہ گویا سب سے بڑے گناہ گار ہوئے۔ پس وہ بھی کسی مُنجّی کے محتاج ہوئے کیوں کہ منجی کے بغیر گناہ گار کی نجات ممکن نہیں۔ پس وہ منجی بھی کفارہ کا محتاج ہوگا۔ یہی تیسرے منجی کا حال ہوگا۔ اس طرح تسلسل لازم آئے گا۔ حالاں کہ یہ عقلی قاعدہ ہے کہ جسے تسلسل لازم آئے وہ محالات سے ہوتا ہے۔

آٹھویں دلیل: صحتِ کفارہ سے لازم آتا ہے کہ قاتل اور چور وغیرہ مجرموں کو پھانسی کی سزا نہ دی جائے۔ حالاں کہ مسیحی لیتے اور دیتے بھی ہیں۔ اور تخصیص نجات اُخروی کے یہی معنی ہیں کیوں کہ اگر خدا نے وہاں معاف کر دیا تو اس جگہ کس لیے قصاص و عوض دینا؟ دیکھیے کتاب اِستثنا کہ جابجا قتل اور زنا کی سزا ملتی تھی۔ [۷]

نویں دلیل: جب کفارہ ہو گیا تو نیکی کرنے کی کیا حاجت رہی؟ باوجودے کہ مسیح علیہ السلام نے چالیس دِن روزہ رکھا اور حواری بھی ہمیشہ نیکی کے پابند رہتے تھے۔ اُن کی سب طاعت بے فائدہ ٹھہری۔

دسویں دلیل: اگر مسیح علیہ السلام نے کل گناہ اُٹھائے ہوں تو لازم آتا ہے کہ غیر متناہی اُمور کا واقع ہونا محال ہے۔ پس کفارہ بھی محال ہے اور بعض گناہ کا اُٹھانا تسلسل کو لازم پکڑتا ہے۔

گیارھویں دلیل: اگر مسیح علیہ السلام کفارہ بننے کے لیے آئے تھے تو آتے ہی کفارہ کیوں نہ بنے؟ بلکہ انجیل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ خلقت کو نصیحت کرنے آئے تھے۔ اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ کفارہ بننے کے لیے نہیں آئے تھے۔ اِتمام حجت تو سب انبیا کا کام ہے۔ وہ پہلے بھی ہو چکا تھا۔

بارھویں دلیل: اِس کفارہ بننے سے گناہ کی معافی تو نہیں ہوئی بلکہ زیادتی وقوع میں آئی ہے کیوں کہ یہودی مسیح علیہ السلام کی حقارت کرنے کے باعث عذاب کے مستحق ہوئے۔ کیا خوب! آئے تو تھے معافی کے لیے مگر کیسی بلا میں پھنسا گئے۔

تیرھویں دلیل: اگر کفارہ خدا کی مرضی کے موافق ہوتا تو علاماتِ رحمت ظاہر ہوتیں۔ حالاں کہ چاروں اَناجیل سے ثابت ہے کہ سولی چڑھنے کے بعد وہ علاماتِ قہر خدا ظاہر ہوئیں جو کبھی نہ ہوئی ہوں گی۔ مثلاً جہان میں اندھیرا ہو جانا [۸]، مردوں کا قبروں سے نکل کر شہر میں چلے

آنا، زمین کا کانپنا اور ہیکل کا پردہ اُوپر سے نیچے تک پھٹ جانا[۹]۔ وہ لوگ جو مسیح کے گوشت اور لہو کے کھانے پینے کو عین عبادت سمجھتے ہیں[۱۰] اگر ایسی علامات کو بھی رحمت سمجھیں تو کیا تعجب ہے؟

چودھویں دلیل: مسیحیوں کے اِقرار کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے جزو ہیں اور یہ تو ظاہر ہے کہ صلیب پر کھینچا گیا شخص انسان تھا۔ پس اِس سے مخلوق کا خالق پر غلبہ پایا جاتا ہے۔ بھلا صاحب! اِس سے زیادہ سخت قباحت اور کیا ہوگی؟ ہاں البتہ وہ لوگ جو یعقوب علیہ السلام سے کشتی[۱۱] میں خدا کے مغلوب ہونے کے قائل ہیں ایسی باتوں کو اچھا سمجھیں تو عجیب نہیں ہے۔

پندرھویں دلیل: اگر کفارہ کو مان لیں تو لازم آتا ہے کہ کسی بخشش کرانے والے کی حاجت نہ رہے۔ حالاں کہ کتاب اَعمال میں موجود ہے کہ حواری بخش دیتے تھے اور مسیح علیہ السلام حواریوں کو فرماتے تھے کہ تم جس کو بخشو گے وہ بخشا جائے گا۔ پس اگر یہ اَقوال دُرست ہیں تو پہلا کفارہ دُرست نہیں۔ ایسا ہی حال ہے اس بخشش کا۔

سولھویں دلیل: اَناجیل سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کو عدالت کریں گے۔ اگر یہ سچ ہے تو بُطلانِ کفارہ میں کیا شک ہے؟ کیوں کہ جب کُل گناہ بخشے گئے تو عدالت کس کی کریں گے؟ دوسرا یہ کہ جب وہ خود کُل گناہ اُٹھا چکے ہیں تو وہ سب سے بڑے گناہ گار ہونے چاہئیں۔ اب وہ خود اپنی عدالت کس سے کرائیں گے؟ رہا یہ کہ مخالفین کو عدالت سے حکم عذاب فرمائیں۔ اس سے کیا فائدہ؟ کفارہ نہ ہوئے بلکہ بلا نازل ہوئے۔ اس سے تو بہتر تھا کہ نہ ہوتے۔ اگر آپ تخصیص کریں کہ کفارہ مسیحیوں کے لیے ہے تو یہ بھی غلط ہے کیوں کہ ابھی تک عیسائی ایک دوسرے کے حق میں جہنم میں داخل ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ دیکھ لیں فرقہ پروٹسٹنٹ ورومن کیتھولک کا مباحثہ مطبوعہ آگرہ کہ ایک دوسرے فرقہ کی تکفیر کرتے ہیں۔

سترھویں دلیل: ہر ایک فرقہ پر اپنے پیشوا کی اطاعت لازم ہے۔ پس اگر مسیح مصلوب ہوئے تو عیسائی صلیب پر کیوں نہیں چڑھتے؟ اور جہنم میں نہیں جاتے؟ اور جہنمی کہلانے سے راضی نہیں ہوتے؟ سچ ہے کہ اگر یہ کفارہ صحیح ہوتا تو اَناجیل کے پیروکار اپنے پیغمبر کی ضرور پیروی کرتے کیوں کہ جب وہ بازاروں میں مسجدوں اور مندروں کو گالیاں دیتے ہیں اور بعض لوگ اُن سے ٹھٹھا کرتے ہیں اُس وقت وہ صاف بیان کرتے ہیں کہ یہ ذِلت ہم نے اپنے پیغمبر کی اطاعت کے واسطے اُٹھائی ہے۔

اٹھارویں دلیل: اعتقادِ کفارہ سے تحقیر شان ہوتی ہے اور یہ تحقیر اُن کی اُن کے پیرو جناب پولوس صاحب بھی کرتے ہیں قطع نظر مخالف سے۔ چناں چہ گلتیوں کے نام خط میں لکھا ہے کہ ”جو سولی دیا گیا وہ لعنتی ہے“۔ [۱۲] یہ کیسی عجب بات ہے کہ ایک طرف تو اُس کو ابن اللہ بلکہ قادرِ مطلق کہا جاتا ہے اور دوسری طرف لعنتی شمار کیا جاتا ہے!!! یہ قباحتیں کفارہ سے لازم آتی ہیں۔ بالفرض اگر ہم کفارہ کو تسلیم کر لیں تو فائدہ اہل اسلام کا ہے کیوں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی برحق سمجھتے ہیں اور منکرِ شانِ مسیح کو کافر جانتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ فائدہ معتقدین کو ہوگا نہ کہ منکرین کو۔

اُنیس ویں دلیل: اگر مسیح علیہ السلام کفارہ بننے کے لیے آتے تو اس بلا سے بچنے کی دعا نہ مانگتے۔ حالاں کہ انجیل مرقس میں موجود ہے کہ مسیح نے رات بھر بہت تضرع سے دعا مانگی کہ سولی کا یہ عذاب مجھ سے ٹل جائے۔ [۱۳]

بیس ویں دلیل: مسیح من حیث الروح کفارہ ہوئے ہیں یا من حیث الجسم؟ بر تقدیر اول جسم اُن کا بشریت کا تھا۔ کل بشر گناہ گار ہیں۔ بر تقدیر ثانی روح کو آپ خدا سمجھتے ہیں۔ وہ سولی دیے جانے سے مبرّا ہے۔ مزید یہ کہ روح محسوس نہیں جسے صلیب پر کھینچا جاتا۔

خوفِ تطویل سے انہیں بیس دلائل [۱۴] پر کفایت کی گئی ہے۔ آئندہ بہ شرط فرصت ان شاء اللہ ایک مستقل رسالہ اسی مسئلہ میں ناظرین کے لیے پیش کیا جائے گا۔

---

*۔ گناہ لفظِ 'ذنب' کا لغوی ترجمہ ہے جو شانِ رسالت کے خلاف ہے کیوں کہ اللہ عزوجل کے انبیا و رسل علیہم السلام معصوم عن الخطا ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہاں رسولوں کے لیے 'لغزش' اور 'قصور' کا مفہوم سمجھنا چاہیے۔ ادارہ

۱۔ چناں چہ ”میزان الحق“ اردو ۱۸۶۱ء کے صفحہ ۱۲۵ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ فقیر محمد عفی عنہ

۲۔ دیکھو: انجیل متی ۲۶: ۴۷۔ ۵۰ اور ۲۷: ۳۔ ۴ فقیر محمد عفی عنہ

۳۔ دیکھیے: انجیل متی ۲۶: ۲۴ اور کتاب اعمال ۱: ۱۵۔ ۲۶ میں اس سلسلے میں صاف صاف لکھا ہے۔

۴۔ جیسا کہ ”کتاب الصلوٰۃ“ میں عقیدہ سوم کی ذیل میں مندرج ہے۔ اس کے علاوہ پادری فنڈر صاحب نے بھی ”حل الاشکال“ مطبوعہ ۱۸۴۷ء کے صفحہ ۸۱ میں مان لیا ہے کہ ضرور مسیح موت کے بعد جہنم میں گیا ہے۔ لیکن یہ عذر کیا ہے کہ اس جگہ جہنم سے مراد اصل جہنم یعنی دوزخ نہیں بلکہ ہاوس ہے جو اصل جہنم اور آسمان کے بیچ میں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ تاویل بعید پادری صاحب کی بالکل پوچ ہے کیوں کہ جب کتاب مذکور میں صریحاً لفظ

جہنم کا واقع ہے جس کو پادری صاحب خود بھی تسلیم کرتے ہیں تو پھر ان کا یہ عذرِ خام کس طرح چل سکتا ہے؟ حالاں کہ اناجیل کے کسی مقام سے بھی یہ محاورہ نہیں ثابت ہوتا بلکہ جہاں کہیں ان میں لفظ جہنم کا واقع ہوا ہے تو اس سے دوزخ ہی مراد ہے۔ دیکھو انجیل متی ۵:۲۲ ''اور جو اس کو احمق کہے جہنم کی آگ کا سزاوار ہوگا۔''

پھر متی ۵:۲۹ ''کیوں کہ تیری آنکھوں میں سے ایک کا نہ رہنا تیرے لیے اس سے بہتر ہے کہ تیرا سارا بدن جہنم میں ڈالا جائے۔''

اس کے علاوہ متی ۱۸:۹ میں ہے: ''کیوں کہ کانا ہو کر زندگی میں داخل ہونا تیرے لیے اس سے بہتر ہے کہ تیری آنکھیں ہوں اور تو جہنم میں ڈالا جائے۔'' (مطبوعہ ۱۸۶۵ء)

پس جہنم سے ہاؤس مراد لینا ایسے ہے جیسے کوئی شخص کہہ بیٹھے کہ میں آج شراب خانہ میں گیا تھا۔ جب لوگ اس پر شراب خوری کا الزام لگائیں تو وہ یہ کہے کہ شراب خانہ سے مراد عبادت خانہ ہے۔ بھلا! غور کرو کہ اس کا یہ عذرِ خام کون عاقل مانے گا؟ فقیر محمد عفی عنہ

۵- دیکھیے: انجیل متی ۲۷:۴۶۔

۶- چناں چہ اس امر کی تصدیق خود پانی پتی صاحب کی ''تحقیق الایمان'' صفحہ ۱۴۵ کی اس عبارت سے ہوتی ہے: اور خدا نے انبیا سے یہ بھی ابتدا میں کہہ دیا تھا کہ آخر کو میں خود کفارہ ہوں گا تب تم نجات پا سکو گے کیوں کہ تمہارے کام تو سب گندے اور ناقابل ہیں''۔

سبحان اللہ! عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق اگر انبیا کے سب کام گندے اور بُرے ہوتے ہیں تو پھر انبیا اور عام لوگوں میں کیا فرق ہوا؟ حالاں کہ انبیا اور عام اشخاص میں واضح فرق ہونا چاہیے تا کہ اُن پر اتمامِ حجت ہو۔ ورنہ لوگ یہی یقین کریں گے کہ یہ جھوٹا ہے کیوں کہ وہ خود آپ اچھے کام نہیں کرتا۔ فقیر محمد عفی عنہ

۷- مثلاً دیکھیے استثناء ۲۰:۱۳؛ ۲۱:۲۲؛ ۲۲:۲۲-۲۶۔

۸- دیکھیے متی ۲۷:۴۵؛ مرقس ۱۵:۳۳؛ لوقا ۲۳:۴۴۔

۹- دیکھیے متی ۲۷:۵۰-۵۳۔

۱۰- تفصیل کے لیے دیکھیے: ایف ایس خیر اللہ کی تالیف ''قاموس الکتاب'' (لاہور: مسیحی اشاعت خانہ، ۱۹۹۷ء)، ص ۶۴۸-۶۵۰ زیرِ عنوان ''عشائے ربانی''۔ سعیدی

۱۱- دیکھو: کتاب پیدائش ۳۲:۲۴-۲۸۔ فقیر محمد عفی عنہ

۱۲- گلتیوں کے نام خط ۳:۱۳۔ ۱۳- دیکھیے: مرقس ۱۴:۳۵۔

۱۴- اِن بالکل واضح دلائل کے علاوہ اگر کفارہ کا مسئلہ صحیح مانا جائے تو انجیل کی یہ آیت الحاقی ٹھہرتی ہے۔ انجیل متی ۱۶:۲۷ ''کیوں کہ ابنِ آدم اپنے باپ کے جلال میں اپنے فرشتوں کے ساتھ آئے گا۔ تب ہر ایک کو اس کے اعمال کے موافق بدلہ دے گا''۔ فقیر محمد عفی عنہ

فصل سوم:-

اِثباتِ اِنسانیتِ حضرت مسیح علیہ السلام

مسیحی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ سمجھتے ہیں۔ اہل اِسلام اور عیسائیوں کے درمیان تنازعہ کی بنیاد یہی مسئلہ ہے۔ مذکورہ اِعتقاد توراۃ اور اِنجیل کے مخالف ہے۔ اِنجیل میں بیٹے کا ذکر صرف محاورہ کے طور پر تھا وہ حقیقی سمجھنے لگے۔ ان کے اِستدلالِ کی بنیاد اِناجیل کی چند ورسیں (verses) ہیں حالاں کہ اُسی اِنجیل میں ہے کہ مسیح اِنسان کا بیٹا تھا جب کہ کہیں خدا کا بیٹا اور کہیں اِنسان کا بیٹا بھی ہے۔ ہم نے بائبل کے محاورات کی طرف کامل توجہ کی تو یہ اَمر واضح ہوا کہ خدا کی طرف سے بیٹے کا لفظ پہلوانوں اور عالموں کے لیے اِستعمال کیا جاتا تھا، بلکہ کئی جگہ بت پرستوں کو بھی اِس بخشش میں شامل کیا گیا ہے۔

اب اُن مواضع کا ذکر سنیے جن میں مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے:-

۱۔ ''اور دیکھو آسمان سے یہ آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں''۔[۱]

۲۔ ''وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ دیکھو ایک نورانی بادل نے اُن پر سایہ کر لیا اور اُس بادل میں سے آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں اِس کی سنو''۔[۲]

۳۔ ''شمعون پطرس نے جواب میں کہا تو زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے''۔[۳]

۴۔ ''یسوع نے سنا کہ انہوں نے اُسے باہر نکال دیا اور جب اُس سے ملا تو کہا: کیا تو خدا کے بیٹے پر اِیمان لاتا ہے۔ اُس نے جواب میں کہا: اَے خداوند! وہ کون ہے کہ مَیں اُس پر ایمان لاؤں؟ یسوع نے اُس سے کہا: تو نے تو اُسے دیکھا ہے اور جو تجھ سے باتیں کرتا ہے وہی ہے۔'' [۴]

مذکورہ بالا حوالہ جات سے بلا شبہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کو انجیل میں ابن اللہ کہا گیا ہے مگر اِسی اِنجیل میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اِنسان کا بیٹا تھا۔ جیسا کہ ہم اُنہیں بھی پیشِ اَحباب کرتے ہیں:

۱۔ ''لیکن تا کہ تم جانو کہ ابن انسان کو زمین پر گناہ معاف کرنے کا اختیار ہے۔ تب اُس نے مفلوج سے کہا: اُٹھ اپنی چارپائی اُٹھا اور اپنے گھر چلا جا۔'' [۵]

۲- ’’لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آچکا اور انہوں نے اُسے نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اُس کے ساتھ کیا۔ اِسی طرح اِبن آدم بھی اُن کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھائے گا‘‘۔[۶]

۳- ’’اور جو تم میں اوّل ہونا چاہے تمہارا غلام ہو۔ چناں چہ ابن اِنسان اِس لیے نہیں آیا کہ خدمت کرائے بلکہ اس لیے کہ خدمت کرے‘‘۔[۷]

۴- ’’کیوں کہ جس گھڑی تمہیں گمان بھی نہ ہوگا کہ ابن اِنسان آجائے گا‘‘۔[۸]

۵- ’’تب کاہن اعظم نے اُس سے کہا: مَیں تجھے زندہ خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اگر تُو المسیح ہے خدا کا بیٹا تو ہم کو بتادے۔ یسوع نے اس سے کہا: تو نے خود ہی کہہ دیا ہے۔ بلکہ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ اب سے تم اِبن اِنسان کو القادر کے دائیں بیٹھا اور آسمان کے بادلوں پر آتا دیکھو گے‘‘۔[۹]

بائبل سے بعد از تلاش معلوم ہوا کہ توراۃ و انجیل میں ابن اللہ کا اِطلاق مختلف مواقع میں وارِد ہوا ہے۔ یعنی کہیں پیغمبر و راست باز پر بولا جاتا ہے اور کہیں پہلوان و عالم کو بھی کہا جاتا ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ خدا کے نہ صرف بیٹے ہیں بلکہ بہت سی بیٹیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ تفصیل اس اِجمال کی یوں ہے:

عہد نامہ قدیم سے حوالے:

۱- ’’اُن دنوں میں زمین پر پہلوان تھے اور بعد اس کے بھی کہ خدا کے بیٹے آدم کی بیٹیوں کے پاس گئے تو اُن سے لڑکے ہوئے‘‘۔[۱۰]

۲- موسیٰ علیہ السلام کو حکم خدا۔ ’’اور تو فرعون سے کہنا کہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پہلوٹھا ہے‘‘۔[۱۱]

۳- شکایت گنہگاران۔ ’’خداوند نے یہ دیکھ کر اُن سے نفرت کی کیوں کہ اُس کے بیٹوں اور بیٹیوں نے اُسے غصہ دلایا۔ تب اس نے کہا: مَیں اپنا منہ اُن سے چھپالوں گا اور دیکھوں گا کہ اُن کا انجام کیسا ہوگا‘‘۔[۱۲]

۴- داؤد کو خطابِ خدا۔ ’’اور جیسا اُس دن سے ہوتا آیا جب سے مَیں نے قاضیوں کو اپنی قوم اسرائیل پر مقرر کیا اور ایسا ہی میں تجھ کو تیرے سارے دشمنوں سے آرام دوں گا اور خداوند تجھے خبر دیتا ہے کہ وہ تیرے لیے گھر قائم کرے گا۔ اور جب تیرے دن تمام ہو جائیں اور تو

اپنے باپ دادا کے ساتھ سو جائے اور جب میں تیرے بعد تیری نسل کو جو تیری صلب سے ہو گی برپا کروں گا اور اُس کی سلطنت کو مستقل کروں گا تو وہ میرے نام کے لیے ایک گھر بنائے گا اور میں اُس کی سلطنت کے تخت کو اَبد تک برقرار رکھوں گا۔ میں اس کا باپ ہوں گا اور وہ میرا بیٹا ہو گا"۔[۱۳]

۵- بائبل کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام کے طفیل خدا کی ہزار بہو وقوع میں آئیں حالاں کہ سلیمان پر خدا کا کلام اُترا۔ باوجود اس کے کہ سلیمان نے ہزار جوروکی اور انہیں کے لحاظ سے بت پرستی کی اور مکان بنائے اور بتوں کے رُوبہ رُو بخور جلایا۔[۱۴] چناں چہ آگے ذکر ہو گا۔

پس جائے غور ہے کہ ایسے شخص کو بھی خدا اپنا بیٹا کہتا ہے۔ اب کیا تخصیص رہی مسیح کی؟

۶- حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ "اُس کی سات سو آزاد جوروئیں اور تین سو حرمیں اور اس کی جوروں نے اُس کے دل کو پھیرا۔ اور ایسا ہوا کہ جب سلیمان بوڑھا ہوا تو اس کی جوروں نے اس کے دل کو اپنے معبودوں کی طرف مائل کیا اور اس کے دل میں خدا کا شوق کامل نہ رہا جیسا کہ اُس کے باپ دادوں کا تھا۔ سو سلیمان نے صیدانیوں کے معبود عِستارات اور بنی عمون کے نفرتی مِلکوم کی پرستش کی۔ اور سلیمان نے جو خداوند کی نظر میں بدی تھی کی اس نے خداوند کی پوری فرماں برداری اپنے باپ داؤد کی طرح نہ کی۔ چناں چہ سلیمان نے موابیوں کے کموس کے لیے پہاڑ پر جو یروشلیم کے سامنے ہے اور بنی عمون کے نفرتی مالک کے لئے ایک بلند مکان بنایا۔ اور یہ سب اُس نے اپنی ساری اجنبی جوروں کی خاطر کیا اور بتوں کے حضور بخور جلایا کرتا تھا اور قربانیاں گذارتا تھا"۔[۱۵]

۷- حضرت داؤد علیہ السلام کو خطاب میں لکھا ہے کہ "مَیں اُس کو اپنا پہلوٹھا بناؤں گا اور دنیا کا شہنشاہ"۔[۱۶]

۸- اور لوگوں کے بارے میں ہے: "سنو اے آسمانو اور کان لگا اے زمین کہ خداوند نے یوں فرمایا ہے فرزندوں کو مَیں نے پالا اور پوسا، پر وہ مجھ سے پھر گئے ہیں"۔[۱۷]

۹- کتاب یسعیاہ میں ہے: "ہائے وہ باغی فرزند! (خداوند فرماتا ہے) جو ایسی مشورت کرتے ہیں جو میری طرف سے نہیں اور معاہدہ کرتے ہیں جو میری روح سے نہیں تاکہ گناہ پر گناہ بڑھاتے جائیں"۔[۱۸]

۱۰- کتاب یرمیاہ میں ہے: ''وہ ماتم کے چلیں گے اور میں انھیں دعاؤں کے ساتھ چلاؤں گا میں پانیوں کی نہروں کے کنارے پر اُس کی رہنمائی کروں گا سیدھی راہ سے جس میں وہ ٹھوکر نہ کھائیں گے کیوں کہ میں اسرائیل کا باپ ہوں اور افرائیم میرا پہلوٹھا بیٹا ہے۔''؛ ''کیا افرائیم میرا پیارا بیٹا ہے کیا وہ پسندیدہ فرزند ہے۔'' [۱۹]

اناجیل کے حوالہ جات:

۱۱- متی کی انجیل میں ہے: ''مبارک وہ جو صلح کار ہیں کیوں کہ خدا کے فرزند کہلائیں گے''؛ ''پر میں تمھیں کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں کو پیار کرو، جو تم پر لعنت کریں اُن کے لیے برکت چاہو، جو تم سے کینہ رکھیں اُن کا بھلا کرو، جو تمھیں دُکھ دیں اُن کے لیے دعا مانگو، تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے فرزند ہو''۔ [۲۰]

۱۲- انجیل لوقا میں نسب نامہ مسیح ہے: ''کنعان انوش کا، انوش شیث کا، شیث آدم کا، آدم خدا کا''۔ [۲۱]

۱۳- یوحنا کی انجیل میں ہے: ''جتنوں نے اُسے قبول کیا اُنھیں اُس نے خدا کے فرزند ہونے کا اِقتدار دیا یعنی اُنھیں جو اُس کے نام پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ نہ لہو سے نہ جسم کی خواہش سے نہ مرد کی خواہش سے بلکہ خدا سے پیدا ہوئے ہیں''۔ [۲۲]

اگرچہ اِس مقام کے مناسب مزید حوالے ابھی بہت سے ہیں مگر صرف ایک بات پر ختم کیا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ اہل کتاب کو خطاب کر کے کہتا ہے: ''میں نے کہا کہ تم خدا ہو۔ تم سب حق تعالیٰ کے فرزند ہو۔'' [۲۳]

اِس کلام کی تشریح مسیح نے بہ جواب یہود جب کہ وہ اُسے خدا کا بیٹا کہلانے سے کافر کہتے تھے کی ہے۔ یہودیوں نے اُسے جواب دیا اور کہا: ہم تجھے اچھے کام کی بابت نہیں بلکہ کفر کی بابت سنگسار کرتے ہیں اور اس لیے کہ تو اِنسان ہو کر اپنے تئیں خدا بناتا ہے۔ یسوع نے انھیں جواب دیا: کیا تمھاری شریعت میں نہیں لکھا ہے کہ میں نے کہا کہ تم خدا ہو۔ جب کہ اس نے انھیں جن کے پاس خدا کا کلام آیا خدا کہا اور نوشتے کا باطل ہونا ممکن نہیں۔ پس جس کی باپ نے تقدیس کی اور دُنیا میں بھیجا ہے کیا تم اسے کہتے ہو کہ تو کفر بکتا ہے۔ اس لیے کہ میں نے کہا: میں خدا کا بیٹا ہوں۔ [۲۴]

پس زبور و انجیل یوحنا کی یہ عبارات ملانے سے صاف ثابت ہو چکا ہے کہ عالم لوگ بہ اعتبار کامل تربیت کے خدا کے بیٹے کہلاتے تھے۔ پس باوجود محاورہ مذکور کے صرف ایک ہی کو ابن اللہ کہنا بہ خلاف دوسروں کے بے فائدہ ہے۔

پانچ چھ برس کا ذکر ہے کہ سیال کوٹ چھاؤنی کے پادری ٹیلر صاحب کے ساتھ دینی مذاکرہ ہوا تھا۔ جب یہ حوالے دکھلائے گئے تو جواب دیا گیا کہ ایسے موقع میں فرزند مجازی معنی رکھتا ہے، بہ خلاف مسیح کے کہ وہ حقیقی ہے۔ تب اُن سے سوال کیا گیا کہ فرزندِ حقیقی اصطلاح میں کسے بولتے ہیں؟ ارشاد کیا کہ جو کسی کے نطفہ سے ہو اُس کا حقیقی فرزند کہلاتا ہے اگر کسی متبنّٰی کو کہا جائے تو مجازی ہوتا ہے۔ دوبارہ عرض کیا گیا کہ مسیح آپ کے نزدیک نطفہ خدا سے پیدا ہوا ہے حالاں کہ بائبل سے تو ایسا ثابت نہیں۔ چوں کہ منصف مزاج تھے فرمانے لگے کہ اِس وقت مَیں حیران ہوں کوئی جواب سمجھ میں نہیں آتا فرصت سے بیان کروں گا۔

۱- متی ۳:۱۷ (کتاب مقدس).
۲- متی ۱۷:۵ (کتاب مقدس).
۳- متی ۱۶:۱۶ (کتاب مقدس).
۴- یوحنا ۹:۳۵-۳۷ (کتاب مقدس).
۵- متی ۹:۶ (کلام مقدس).
۶- متی ۱۷:۱۲ (کتاب مقدس).
۷- متی ۲۰:۲۷-۲۸ (کلام مقدس).
۸- متی ۲۴:۴۴ (کلام مقدس).
۹- متی ۲۶:۶۳-۶۴ (کلام مقدس).
۱۰- پیدائش ۶:۴؛ اب اردو بائبلوں نے اس ورس کے لفظ پہلوان کی بجائے 'جبار' اور' آدم کی بیٹیوں' کی بجائے 'انسان کی بیٹیوں/آدمیوں کی بیٹیوں' لکھ دیا ہے۔ سعیدی
۱۱- خروج ۴:۲۲ (کتاب مقدس).
۱۲- استثناء ۳۲:۱۹-۲۰ (کتاب مقدس).
۱۳- ۲-سموئیل ۷:۱۱-۱۴ (کلام مقدس).
۱۴- ۱-سلاطین ۱۱:۳؛ ۲:۱۱ سموئیل دوم سے ثابت ہو چکا ہے کہ سلیمان خدا کا بیٹا تھا اور یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان نے ہزار عورتیں کیں۔ پس ہزار عورت خدا کی بہو ٹھہری۔ ۱۲منہ
۱۵- ۱-سلاطین ۱۱:۳-۸، کتاب مقدس میں آخری جملہ یوں ہے: ''جو اپنے دیوتاؤں کے حضور بخور جلاتی اور قربانی گذرانتی تھیں۔''

گویا شرک کی نسبت اَب حضرت سلیمان کی طرف نہیں بلکہ اجنبی بیویوں کی طرف ہے۔ اس کے علاوہ مزید قدیم وجدید اردو، عربی اور انگریزی بائبلوں میں بھی یہ نسبت اجنبی بیویوں کی طرف ہے۔ اللہ اعلم بالصواب کہ جس بائبل سے حضرت حافظ صاحب نے اِقتباس لیا اس میں ایسے ہی تھا یا کہ ان سے غلطی ہوگئی۔ مزید برآں یہ کہ ساتویں ورس میں مذکور مالک کے لیے کتاب مقدس میں مولک اور کلام مقدس میں ملکوم پایا جاتا ہے۔ سعیدی
۱۶- زبور ۸۹:۲۷ (کتاب مقدس)۔ لیکن کلام مقدس میں اس ورس کا نمبر ۲۸ ہے۔ سعیدی
۱۷- یسعیاہ ۱:۲ کلام مقدس میں 'فرزندوں' ہی ہے لیکن کتاب مقدس میں 'لڑکوں' ہے مگر دونوں نے 'آسمانو' کو 'آسمان'

یعنی جمع کی بجائے واحد سے بدل دیا ہے۔ جب کہ کئی انگریزی بائبلوں میں اب بھی heavens ہے۔ سعیدی

۱۸- یسعیاہ ۳۰:۱ (کلام مقدس)۔

۱۹- یرمیاہ ۳۱:۹،۲۰۔ مندرجہ بالا ورس ۹ کے وہ الفاظ ہیں جو ''ابحاثِ ضروری'' میں لکھے ہیں، اس کی عبارت کو اگر اس وقت مروّج اردو بائبلوں میں دیکھیں تو کچھ نئی باتیں سامنے آتی ہیں:

کتاب مقدس کی عبارت ہے: ''وہ روتے اور مناجات کرتے ہوئے آئیں گے۔ میں اُن کی راہبری کروں گا۔ میں اُن کو پانی کی ندیوں کی طرف راہِ راست پر چلاؤں گا جس میں وہ ٹھوکر نہ کھائیں گے کیوں کہ میں اسرائیل کا باپ ہوں اور افرائیم میرا پہلوٹھا ہے۔''

کلام مقدس میں یوں لکھا ہے: ''وہ رو رو کر آئیں گے پر میں مہربان ہو کر اُن کی ہدایت کروں گا۔ میں اُن کو ہموار راہوں سے جن میں وہ ٹھوکر نہ کھائیں گے پانی کی نہروں کے پاس لے آؤں گا۔ کیوں کہ میں اسرائیل کا باپ ہوں اور افرائیم میرا پہلوٹا ہے۔''

مگر کتاب مقدس نیو اردو بائبل ورژن میں یہ عبارت ہے: ''وہ آنسو بہاتے ہوئے اور دعا کرتے ہوئے میرے ساتھ آئیں گے۔ مَیں انھیں پانی کی ندیوں کے کنارے کنارے اور ہموار راستہ سے لاؤں گا جہاں وہ ٹھوکر نہ کھائیں گے، کیوں کہ میں اسرائیل کا باپ ہوں، اور افرائیم میرا پہلوٹھا ہے۔''

تینوں بائبلوں سے لی گئی اس ایک ورس کی عبارت کا تقابلی مطالعہ کریں تو کئی فروق نظر آتے ہیں مثلاً کلام مقدس میں دعا یا مناجات کو حذف کر دیا گیا ہے۔ مہربان ہونے کا جو ذکر کلام مقدس میں ہے وہ دوسری بائبلوں میں نہیں ہے۔ رہبری یا ہدایت کا مقصد پانی کی ندیوں کے پاس لانا ہے مگر یہ مقصد نیو اردو بائبل میں نہیں ہے۔ سعیدی

۲۰- متی ۵:۹،۴۴۔۴۵۔ اس اقتباس کی عبارت ''ابحاث ضروری'' کے مطابق اور کنگ جیمز بائبل ۱۶۱۱ء سے ہم آہنگ ہے، مگر ورس نمبر ۴۴ کی عبارت میں اردو بائبلیں اختلاف کا شکار ہیں۔ کلام مقدس والے لکھتے ہیں: ''لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اپنے دُشمنوں کو پیار کرو اور اپنے ستانے والوں کے لیے دُعا مانگو اور جو تمھیں ستائیں اور بدنام کریں اُن کے لئے دعا مانگو۔''

جب کہ کتاب مقدس میں ہے: ''لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اپنے دُشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لئے دُعا کرو۔''

یعنی کلام مقدس کے الفاظ ''اور جو تمھیں ستائیں اور بدنام کریں اُن کے لئے دعا مانگو'' یا ان کے مترادف کوئی جملہ کتاب مقدس میں نہیں پایا جاتا۔ یہ تحریف ہے چاہے ایک نے بڑھایا یا دوسری نے گھٹایا۔ سعیدی

۲۱- لوقا ۳:۳۸: کلام مقدس میں یہ الفاظ یوں ہیں: ''قینان بن انوش بن شیث بن آدم ابن خُدا''

جب کہ کتاب مقدس والوں نے یوں لکھا: ''وہ قینان کا اور وہ انوس کا اور وہ سیت کا اور وہ آدم کا اور وہ خُدا کا تھا۔'' سعیدی

۲۲- یوحنا ۱۲:۱۲۔۱۳۔ کلام مقدس اور کتاب مقدس دونوں میں تقریباً یہی الفاظ ہیں، مفہوم میں کوئی بڑا فرق نہیں۔

۲۳- زبور ۸۱ (۸۲):۶ (کلام مقدس)۔ ۲۴- دیکھیے: یوحنا ۱۰:۳۳۔۳۶۔

فصل چہارم:-

اِثباتِ بشارتِ آں حضرت ﷺ از انجیل

عیسائی دعویٰ کرتے ہیں کہ پیغمبر کے لیے اُس کتاب میں جو اُس کی آمد سے پہلے خدا کی طرف سے آئی ہو ضرور خبر ہونی چاہیے۔ چناں چہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت توراۃ و زبور میں جا بجا موجود ہے بہ خلاف محمد ﷺ کے کہ بشارت تو بجائے خود رہی، ذکر بھی کہیں نہیں۔

اِس اعتراض کو جب غور سے دیکھا گیا تو سراسر خلافِ حقیقت معلوم ہوا کیوں کہ محمد ﷺ کی بشارات تو عیسائیوں کی مروجہ کتب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارات سے بھی زیادہ ہیں اور یہ حضرات نام سے بھی منکر ہیں۔ چوں کہ سب بشارات کو اِس رسالہ میں لکھنے کی گنجائش نہیں اس لیے صرف انجیل یوحنا کا حوالہ ذکر کیا جاتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ اس فصل میں تین چیزوں کا بیان ہے:-

اوّل: نقل عبارتِ انجیل مع اِستدلال

دوم: اِس مسئلہ سے متعلق پادری صاحبان خصوصاً پادری فنڈر کے شبہات کے جوابات

سوم: جس بشارت کو بعض عیسائی ٹالنا چاہتے ہیں اُس سے متعلق اُن کی کج فہمی

اوّل: نقل عبارت انجیل مع استدلال:-

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دُنیا سے آسمان پر چلے جانے سے کچھ پہلے حواریوں کو تسلی دی اور وصیت فرمائی کہ مَیں جاتا ہوں اور تمہارے لیے دوسرا فارقلیط آئے گا جس کے معنی 'وکیل' اور 'شفاعت کنندہ' اور 'تسلی دینے والا' اور 'مددگار' اور 'بزرگ بنایا گیا' کے ہیں۔ اور وہ عبارت یہ ہے:-

۱- ''اور مَیں اپنے باپ سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں دوسرا فارقلیط دے گا کہ تمہارے ساتھ ابد تک رہے یعنی سچائی کی روح جسے دُنیا نہیں پا سکتی کیوں کہ اُسے نہیں دیکھتی اور نہ اُسے جانتی ہے لیکن تم اُسے جانتے ہو کیوں کہ وہ تمہارے ساتھ رہتی ہے اور تم میں ہووے گی''؛ ''لیکن فارقلیط یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب

کچھ کہلائے گی اور جو کچھ میں نے تمہیں کہا ہے تمہیں یاد دلاوے گی"۔[۱]

۲۔ "لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیوں کہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اُسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آ کر دُنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ گناہ کے بارے میں اس لیے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔ راست بازی کے بارے میں اس لیے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت کے بارے میں اس لیے کہ دُنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اَب تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے، لیکن جب وہ یعنی روحِ حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دِکھائے گا اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ وہ میرا جلال ظاہر کرے گا اس لیے کہ مجھ ہی سے حاصل کر کے تمہیں خبریں دے گا"۔[۲]

اِن عبارات کا معنی محمد ﷺ پر اچھی طرح بلا تکلف صادق آتا ہے۔ جب کہ وہ رسول اللہ ہیں تو ضرور وکیل ٹھہرے اور ہر رسول ضرور شافع ہوگا اور وہ اپنی اُمت کی دین سے مدد بھی کرتے تھے اور محمد کے معنی 'بزرگ کیا گیا' کے ہیں اور بے شک آپ ﷺ نے مسیح علیہ السلام کے جلال کو بھی ظاہر کیا وہ تہمت جو یہودی لگاتے تھے اُس سے بَری کیا۔ سارے قرآن میں جابہ جا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف لکھی ہے اور آپ ﷺ نے اَخبارِ غیب بھی کمال تفصیل سے ظاہر کر دیے۔[۳] یہاں تک کہ کل واقعات جو قیامت تک واقع ہوں گے اُمت کو سنا دیے۔ آپ اپنی طرف سے کوئی بات نہ کہتے تھے بلکہ خدا سے جو پیغام پاتے دُوسروں کو پہنچا دیتے تھے۔[۴]

اِس جگہ بہ طور نمونہ غیب کی ایک دو خبریں لکھی جاتی ہیں:

صحیحین میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے آنے سے پہلے ملک حجاز میں ایک آگ نکلے گی کہ اونٹوں کی گردنوں کو شہر بصرہ میں روشن کر دے گی یعنی ایسی روشن ہوگی کہ اُس کی روشنی ملک حجاز سے شہر بصرہ تک کہ ملک شام میں ہے پہنچے گی۔ اُس شہر کے اُونٹ اُس کی روشنی میں اپنی راہ چلیں گے۔ اونٹ کی چال میں گردن اُس کی ہلتی ہے اور خوب نمود ہوتی ہے۔ لہٰذا اِس بات کو کہ اس کی روشنی میں اونٹ راہ چلیں گے اس طرح تعبیر فرمایا کہ

اونٹوں کی گردنیں اُس سے روشن ہوں گی۔[۵]

سو عہدِ خلفائے عباسیہ کے اخیر میں اس کے مطابق واقع ہوا۔ ۳ رجمادی الآخر ۶۵۴ ہجری بہ روز جمعہ عشا کے بعد وہ آگ ملکِ حجاز میں مدینہ طیبہ سے متصل نکلی جو ایک بڑے شہر کی مانند تھی ایسا شہر کہ جس میں قلعہ، بُرج اور کنگرے ہوں۔ اس کا طول چار فرسنگ یعنی بارہ میل کے برابر تھا اور عرض چار میل کے برابر اور اُونچائی ڈیڑھ قامت آدمی کے برابر۔ وہ دریا کی مانند موجیں مارتی تھی، سیلاب کی مانند چلتی تھی اور رعد کی مانند آواز نکالتی تھی۔ اُس کی عجیب باتوں میں سے ایک یہ تھی کہ وہ پتھروں کو جلا دیتی تھی اور پہاڑوں کو راکھ کی طرح گلا دیتی تھی مگر درختوں پر اُس کا کچھ اثر نہیں ہوتا تھا۔ اُس کی روشنی نے عالَم کو ایسا روشن کیا تھا کہ مدینہ کے لوگ رات کو اُس کی روشنی میں دن کی مانند کام کرتے تھے۔ اُس آگ کی روشنی مکہ، شہر بصرہ اور تیما میں دیکھی گئی۔[۶]

اِمام قسطلانی نے کہ اُسی زمانہ میں تھے۔ اُس آگ کے بیان میں ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے۔ اِس میں اُس کے سب عجائب وغرائب لکھے ہیں۔ اُنہوں نے لکھا ہے کہ ۲۷ رجب ۶۵۴ ہجری میں وہ آگ فرو ہوئی۔

سیّد سمہودی نے کتاب ''خلاصۃ الوفا باخبارِ دارِ المصطفیٰ'' میں اور شیخ عبدالحق دہلوی نے ''جذب القلوب اِلیٰ دیارِ المحبوب'' اور ''ترجمہ مشکوٰۃ شریف'' میں اُس کے تمام حالات بیان کیے ہیں۔ بالکلیہ آں حضرت ﷺ کی یہ پیشین گوئی اِس طرح ظہور میں آئی کہ معاندین کو مجالِ اِنکار نہ رہی۔ کیوں کہ اس پیشین گوئی کا ''صحیح بخاری'' ''صحیح مسلم'' وغیرہ کتابوں میں مندرج ہونا جو کہ اُس کے وقوع سے صدہا سال قبل مرتب ہوئیں اور پھر بعینہٖ مطابق وقوع میں آنا صداقت کی قوی دلیل ہے۔

دوسری پیش گوئی: ''سنن ابوداؤد'' میں مسلم بن ابی بکرۃ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہرِ دجلہ کے نزدیک مسلمانوں کا ایک بڑا شہر آباد ہوگا اور نہرِ دجلہ پر پُل ہوگا۔ وہ شہر بہت آباد ہوگا اور اخیر زمانہ میں ترک جن کے چہرے چوڑے اور آنکھیں چھوٹی ہیں اس شہر پر چڑھائی کریں گے اور نہر کے کنارے ٹھہریں گے۔ شہر کے لوگ تین فرقہ ہو جائیں گے۔ ایک فرقہ تو اپنا اسباب بیلوں پر لاد کر جنگل کی راہ لے گا یعنی شہر چھوڑ کر بھاگ جائے گا (ہلاکت ہے ان لوگوں کے واسطے) اور دوسرا فرقہ ترکوں کی پناہ میں آجائے گا (وہ بھی ہلاک ہوئے) اور تیسرا

فرقہ اپنے لڑکوں بچوں کو پیچھے کر کے لڑیں گے اور ترک کفار سے مقابلہ کریں گے۔ وہ لوگ شہید ہیں۔[۷]

عہدِ معتصم باللہ خلیفہ عباسی میں اِس حدیث کے مطابق واقع ہوا کہ ترکان تاتار نے بغداد پر جو مسلمانوں کا دارُالخلافہ اور ایک شہرِ عظیم تھا (اور دجلہ اُس کے بیچ میں واقع ہے اور دجلہ پر پُل بھی عہدِ عباسیہ میں تیار تھا) چڑھائی کی اور شہر کو گھیرا۔ شہر کے باشندوں میں سے بعض اپنے عیال و اطفال کے ساتھ بھاگ گئے۔ اُن لوگوں کو ترکان کے ظلم سے نجات نہ ملی۔ مارے بھی گئے اور لُوٹے بھی گئے۔ اور خود معتصم باللہ اور اکثر اشراف اور اعیانِ شہر جنھوں نے بادشاہِ اتراک سے امان چاہی اور اُن کی اِطاعت میں داخل ہوئے وہ بھی نہ بچے اور ترکوں کی تیغ بے دریغ سے مقتول ہوئے۔ اور کچھ لوگوں نے مردانگی اور ہمت کر کے اُن مردودوں سے مقابلہ کیا۔ خدا تعالیٰ نے اُنھیں شہادت نصیب کی۔

پہلے دونوں فرقوں کو دُنیا میں بھی نجات نہ ملی اور آخرت کے درجہ سے بھی محروم رہے۔ تیسرا فرقہ دُنیا میں بھی مردانگی وشجاعت سے نیک نام ہوا اور آخرت میں درجہ شہادت پر فائز ہوا۔ یہ پیشین گوئی جس کتاب میں درج ہے یعنی (سنن ابی داوٗد) وہ اِس خبر کے وقوع سے چار سو برس پہلے مرتب کی گئی۔

اکثر عیسائی انجیل کی اِسی خبر کو حضرت پر پوری طرح منطبق سمجھ کر مشرف بہ اِسلام ہوئے جن میں سے ایک ملک حبشہ کا بادشاہ نجاشی بھی تھا۔ اُس نے چالیس پادریوں کو مکمل تحقیق کے لیے مکہ شریف میں آپ کے رُوبہ رُو بھیجا تھا۔ اُنھوں نے تحقیقاتِ کاملہ کے بعد اُسے لکھ بھیجا کہ فی الحقیقت یہ وہی نبی ہے جس کی بشارت انجیل میں تھی۔ تب بادشاہ مذکور نے اُن چالیس پادریوں کے ساتھ سچے دِل سے اِسلام قبول کیا اور نہایت شوقِ دل سے حبش کو چھوڑ کر بہ نیت ثواب زیارتِ مدینہ کو روانہ ہوا مگر قریب جا کر فوت ہو گیا رحمۃ اللہ علیہ۔

دوم: جوابات شبہات پادری صاحبان:-

شبہہ اول: یہ خطاب حواریوں کو تھا۔ محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] صاحب حواریوں کے رُوبہ رُو ظاہر نہیں ہوئے۔

جواب: بائبل کے محاورہ سے یہ سمجھنا کہ خطاب سے خاص وہی شخص مراد ہوتا ہے کمال نادانی ہے۔ مسیح نے سردار کاہن کو فرمایا تھا کہ تم مجھے بادلوں میں اُترتا دیکھو گے۔ [۸] حالاں کہ آج تک سردار کاہن تو بجائے خود اُس کی اولاد سے بھی شاید کوئی باقی نہ ہو گا کیوں کہ اٹھارہ سو برس سے زیادہ اس کلام کو گذر گیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ خطاب سے مخاطب صاف مقصود نہیں ہے، بلکہ اُس کا فرقہ یا قبیلہ مراد ہے۔ پھر کتاب مقدس کہتی ہے کہ خدا نے یعقوب علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ مَیں تجھے مصر سے کنعان میں لے آؤں گا۔ [۹] حالاں کہ یعقوب نے مصر میں وفات پائی۔ [۱۰] چوں کہ یہ وعدہ الٰہی کے خلاف پایا گیا اس لیے پانی پتی صاحب اپنی کتاب "ہدایت المسلمین" کے صفحہ ۱۳۲ میں روغن زبانی سے فرماتے ہیں کہ اگرچہ خطاب یعقوب کو تھا مگر مراد یہ تھی کہ مَیں تیری اولاد کو مصر سے لاؤں گا الخ۔

پس یا تو فنڈر صاحب کا اعتراض بازاریوں کے مثل ہے یا پانی پتی صاحب کولہو کے بیل کی مثل تعصب کے کولہو کے گرد پھرتے ہیں۔

شبہ دوم وسوم: محمد [ﷺ] صاحب سوائے احکام انجیل، اقوالِ مسیح کی مخالفت فرماتے ہیں اور مسیح نے کہا تھا کہ میں بھجواؤں گا۔ لہٰذا اُس کا رتبہ بھجوانے والے سے کم ہونا چاہیے حالاں کہ مسلمان اُن کو مسیح سے بڑا مانتے ہیں۔

جواب: آیاتِ مذکورہ میں موجود ہے کہ بہت سے احکام جو مَیں نے نہیں سنائے وہ موعود آ کر سنائے گا اور بھجوانا بہ طریقِ الہام فرستادہ کی کمی کو مستلزم نہیں۔ اگر تمہارا یہ قاعدہ درست ہو تو رُوح القدس کا رُتبہ مسیح سے کم ہونا چاہیے۔

شبہ چہارم: وصفِ فارقلیط میں ہے کہ اُس کو کوئی نہیں پہچانتا۔ حالاں کہ محمد صاحب کو لوگ پہچانتے تھے۔

جواب: پہچاننے کا مطلب قدر و رُتبہ ہے جسے ہر ایک نہیں سمجھ سکتا ہے مگر جسے فیضانِ رحمانی سمجھائے۔ دیکھیے قولِ مسیح: "میرے باپ کی طرف سے سب کچھ مجھے سونپا گیا اور کوئی بیٹے کو نہیں جانتا سوا باپ کے اور کوئی باپ کو نہیں جانتا سوا بیٹے کے۔" [۱۱] اگر اِس وَرس میں رُتبہ کی شناخت مراد نہ ہو تو اس فقرہ کے بے معنی ہونے میں کیا شک ہے؟

شبہ پنجم: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فارقلیط کے وصف میں رُوح القدس روحِ راستی فرمایا

تھا۔ یہ صفت محمد صاحب کی نہیں ہو سکتی بلکہ روح القدس خدا کا ایک اقنوم ہے۔ اِس شبہ کو پادری فنڈر صاحب نے ''حل الاشکال'' کے تیسرے باب میں قوی تر سمجھا ہے۔

جواب: روح القدس و روحِ راستی و روح اللہ اصل میں ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ یہ اِصطلاحات کبھی اِلہام وفیض کے معنی دیتی ہیں کبھی پیغمبر پر بولی جاتی ہیں، کبھی اقنوم کے معنی کا فائدہ بھی دیتے ہیں کلیۃً نہیں۔ جس صورت میں پیغمبر علیہ السلام کی اور صفتیں موجود ہوں تو اس کو قرینہ خدا سمجھنا داناؤں کا کام نہیں۔ یہ الفاظ بائبل میں جب پیغمبروں کے وصف میں آئے ہیں تو بے شک اِلہام کا معنی دیتے ہیں۔ دیکھیے لوقا لکھتا ہے: ''کیوں کہ وہ خداوند کے حضور میں بزرگ ہوگا، شراب اور کوئی نشہ نہ پیے گا اور اپنی ماں کے پیٹ ہی سے روح القدس سے بھر جائے گا''؛ ''ایسا ہوا کہ جوں ہی الیسبات نے مریم کا سلام سنا لڑکا اس کے پیٹ میں اُچھل پڑا اور الیسبات روح القدس سے بھر گئی''۔ [۱۲]

خدا سے بھرنے کے کیا معنی ہیں؟ کیوں کہ اِسی تقریر سے اَوتار ثابت ہوتے ہیں۔ پھر پادری لوگ ہنود پر اَوتار کا طعن ناواقفی سے کیوں کرتے ہیں؟ البتہ یہ معنی اِلہام صحیح اور دُرست ہے۔ رُوح کے معنی پیغمبر کے بھی ہیں۔ چناں چہ خطا۔ یوحنا میں لکھا ہے کہ ''اے پیارو! تم ہر ایک رُوح پر یقین مت کرو بلکہ رُوحوں کو آزماؤ کہ خدا سے ہیں کہ نہیں کیوں کہ بہت سے جھوٹے پیغمبر نکل کے دُنیا میں آئے ہیں''۔ [۱۳]

پس یوحنا خود رُوح کے معنی پیغمبر کرتے ہیں۔

مصرع: تصنیف را مصنف نیکو کند بیان

یعنی تصنیف کو مصنف ہی اچھی طرح بیان کر سکتا ہے۔

سوم: کج فہمی بعض عیسائیوں کی جس بشارت کو ٹالنا چاہتے ہیں:۔

پادری صاحب کلامِ یوحنا کو ناحق بگاڑنا چاہتے ہیں۔ اِس کے شواہد بہت ہیں۔ خوفِ تطویل سے نہیں لکھے گئے۔ پانی پتی روح القدس سے مراد خدا سمجھتا ہے ہمیشہ رہنے کے قرینہ سے۔ چوں کہ وہ محاوراتِ بائبل سے ابھی تک ناواقف ہے اِس لیے معذور ہے۔ بھلا صاحب! حواری کب دُنیا میں ہمیشہ ظاہر اً باقی رہے کہ فارقلیط بھی ویسا ہی رہتا؟ آپ حواریوں کو ہمارے پاس

لے آئیں پھر ہم سے پوچھیں کہ فارقلیط کہاں ہے؟ یادرہے صاحب! بشارتِ مذکور سے آندھی و آگ جو حواریوں پر آسمان سے اُتری تھی جس سے وہ روح القدس سے بھر گئے تھے مقصود رکھتے ہیں جس کو لوقا نے کتاب اعمال میں لکھا ہے ''اور یکا یک آسمان سے آواز آئی جس سے آندھی چلی اور اُسی سے سارا گھر جہاں وہ بیٹھے تھے بھر گیا۔ اور انھیں آگ کی سی جدا جدا زبانیں دکھائی دیں اور ان میں سے ہر ایک پر بیٹھیں اور وہ سب روح القدس سے بھر گئے اور غیر زبانیں جیسی روح نے انھیں یہ لفظ بخشا بولنے لگے۔'' [۱۴]

یہ ان کا صرف وہم ہے اس لیے اہم نہیں پھر بھی وہم مذکور چند وجوہ سے دفع ہو جاتا ہے:-

اول: یہ واقعہ رُو بہ رُو یوحنا کے وقوع میں آیا ہے اگر یہ فارقلیط کے موافق ہوتا تو صاف کہہ دیتا کہ مسیح کا فرمایا ہوا پورا ہوا۔ کیوں کہ اُس کی عادت تھی کہ جو بات وقوع میں آتی تھی اس پر موعود کا صاف نشان لگا دیا کرتا تھا۔ مثلاً اُس نے لکھا ہے: ''پس جب وہ مُردوں میں سے جی اُٹھا تو اُس کے شاگردوں کو یاد آیا کہ اُس نے یہ کہا تھا۔'' [۱۵]

دوم: یہ روح القدس حواریوں کے پاس پہلے سے تھا۔ چناں چہ انجیل متی میں ہے: ''لیکن جب وہ تم کو پکڑوائیں تو فکر نہ کرنا کہ ہم کس طرح کہیں یا کیا کہیں کیوں کہ جو کچھ کہنا ہوگا اُسی گھڑی تم کو بتایا جائے گا کیوں کہ بولنے والے تم نہیں بلکہ تمہارے باپ کا روح ہے جو تم میں بولتا ہے۔'' [۱۶]

یہ ایسا خطاب ہے جو شاگردوں کو مسیح کی مزعومہ صلیب سے بہت پہلے ہوا تھا۔ اب دوبارہ تاکید کی کیا حاجت تھی؟ کیوں کہ وہ اس کے منکر یا ناواقف نہ تھے۔

سوم: جب روح القدس خدا ٹھہرا تو وہ کس سے سُن کے اوروں کو سنائے گا؟ کیوں کہ اُس کی یہ صفت یوحنا میں مذکور و موجود ہے۔ [۱۷] پس جب خدا کسی سے سُن کے بتلائے تو محتاج غیر کا ہوگا حالاں کہ ہر ایک جانتا ہے کہ خدا عالم ہے کسی سے علم حاصل نہیں کرتا۔ البتہ نبی خدا سے سُن کر پیغام پہنچاتا ہے۔ اِس لیے ورس مذکور کے مطابق قرآن میں خاتم النبیین کی صفت میں آیا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔

یعنی محمد ﷺ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے مگر وہی فرمادیتے ہیں جو اُن کی طرف وحی کی جاتی ہے۔

چہارم: فارقلیط کے لیے یہ دوسرا لفظ اس بات کا قرینہ ہے کہ ضرور اس سے نبی مراد ہو کیوں کہ

پہلے اس کے لیے روح القدس بہ معنی خداتسلی دینے کا نہ آیا تھا بلکہ نبی آیا کرتے تھے۔

خصوصاً اہل کتاب ایک نبی عظیم الشان کے منتظر تھے۔[۱۸] مسیح نے اُسی کی تسلی دی اور وہ موعود نبی ﷺ کی شناخت میں تردد رکھتے تھے۔ چناں چہ انجیل یوحنا میں ہے کہ ''اُنھوں نے اُس سے پوچھا پھر کون ہے؟ کیا تو اِلیاہ ہے؟ اُس نے کہا: میں نہیں ہوں۔ کیا تو وہ نبی ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ نہیں۔'' [۱۹]

یعنی یہودیوں نے یحییٰ علیہ السلام سے پوچھا: کیا تو مسیح ہے یا وہ نبی یا ایلیاہ؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ مَیں اُن میں سے کوئی بھی نہیں ہوں۔

غرض وہ تلاشِ نبی میں تھے جو مسیح کے سوا تھا۔ اِس لیے حضرت نے لفظ فارقلیط فرمایا جس کے معنی تسلی دہندہ بھی ہیں۔ متلاشی کو بہ سبب بے قراری کے خصوصاً جب عرصہ دراز ہو جائے تسلی دہندہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ نہ یہ کہ خداتعالیٰ بہ صورتِ نار تشریف لے آئیں۔ اس سے کیا تسلی؟ اس سے تو خوف پھیلتا ہے کیوں کہ آندھی اور آگ سے لوگ ڈرا کرتے ہیں۔

پنجم: اِس روح القدس نے گناہ گاروں کو کیا توبیخ یا الزام دیا؟ حالاں کہ اُس کا ایک وصف بھی تھا۔ ہاں، حضرت محمد ﷺ نے بے فرمانوں کو اِس قسم کی تنبیہ کی ہے کہ جس سے صاحبِ ''میزان'' اور ''دِین حق کی تحقیق'' شور مچا رہے ہیں۔

اِس مسئلہ میں پادریوں کی کج فہمی تفصیل کی حاجت نہیں رکھتی کیوں کہ یہ روح القدس دوسرا موعود ہے جس کا حال انجیل لوقا میں ہے: ''اور دیکھو جس کا میرے باپ نے وعدہ کیا ہے میں اس کو تم پر نازل کروں گا''۔[۲۰]

اور وعدہ فارقلیط کا دوسرا ہے جس کو یوحنا نے لکھا ہے چناں چہ وجوہِ مرقومہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔

۱- انجیل یوحنا ۱۴:۱۶،۲۶۔

اصل ''ابحاث ضروری'' میں انجیل یوحنا کی اِن دو درسوں کے الفاظ یہی ہیں۔ اِسی طرح نیو یروشلم بائبل (NJB) میں بھی 'دوسرا فارقلیط' اور 'سچائی کی روح' کے لیے (another Paraclete) اور (the Spirit of truth) کے الفاظ موجود ہیں لیکن اِس وقت اردو زبان میں مروّج 'کتابِ مقدس' میں اِن کی

جگہ 'دوسرا مددگار' اور 'روحِ حق' جب کہ 'کلام مقدس' میں 'دوسرا وکیل' اور 'روح الحق' لکھا ہے۔

فارقلیط ایسا اسم ہے، جس کے ایک نہیں بلکہ کئی معانی ہیں۔ جب بشارت والی اس ورس کے ترجمہ میں اُن میں سے صرف ایک معنی لکھا جاتا ہے تو ورس کے معانی انتہائی محدود ہو جاتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ۱۹۸۷ء میں امریکہ سے شائع ہونے والی **The Amplified Bible** کے مترجمین جب اس اسم کا ترجمہ **Comforter** کرنے کے بعد مطمئن نہیں ہوئے تو بریکٹ میں انہوں نے **Counselor, Helper, Intercessor, Advocate, Strengthener, and Standby** بھی لکھ دیے۔

نیویارک امریکہ سے کیتھولک عیسائیوں نے **New American Bible** غالباً ۱۹۹۱ء میں شائع کی اور اسے **St. Joseph Edition** کہا۔ اس انگریزی بائبل میں یوحنا باب ۱۴ کی انہیں دو ورسوں کے یونانی لفظ فارقلیط کے بارے میں ایک دل چسپ حاشیہ لکھا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

The Greek term derives from legal terminology for an advocate or defense attorney, and can mean spokesman, mediator, intercessor, comforter, consoler, although no one of these terms encompasses the meaning in John. The Paraclete in John is a teacher, a witness to Jesus, and a prosecutor of the world,

ترجمہ: یہ یونانی اصطلاح جس کا معنی 'ایک عام وکیل' یا 'حکومت کے قانونی معاملات کی حفاظت کرنے والا نام زد کیا ہوا وکیل' ہے، قانونی اصطلاحات سے ماخوذ ہے؛ اور اس کے معنی 'ترجمان، مصالحت کنندہ، شفاعت کرنے والا، غم خوار، تسلی دینے والا' بھی ہو سکتے ہیں اگر چہ ان میں سے کوئی ایک معنی انجیل یوحنا کے لفظ کے معانی کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ انجیل یوحنا میں فارقلیط ایک معلم ہے، عیسیٰ علیہ السلام کی صداقت کی گواہی دینے والا ہے؛ دُنیا کا مقدمہ چلانے والا وکیل ہے۔

اگر چہ عیسائی مترجمین بائبل نے فارقلیط کو ورس سے ہٹا دیا ہے، یہ پھر بھی حضور ﷺ کی بشارت دیتی ہے۔ سعیدی

۲- یوحنا ۱۶: ۷-۱۴ (کتاب مقدس).   ۳- دیکھیے: القرآن ۳: ۴۴: ۱۱: ۴۹: ۱۲: ۱۰۲.

۴- سورۃ النجم: ۳

۵- اِن کے علاوہ اور بہت سی اخبار غیب جو آں حضرت ﷺ نے بیان کی ہیں احادیث صحیحہ متصلہ متواترہ سے جو کئی درجہ روایات اناجیل مروجہ سے صحیح اور معتبر ہیں کتاب 'تصدیق المسیح' میں بیان کی گئی ہیں۔ طالبان حق اس میں دیکھ لیں۔ فقیر محمد عفی عنہ

۶- ''صحیح مسلم'' (کراچی: قدیمی کتب خانہ، ط۲، ۱۹۵۶ء)، ج۲ ص ۳۹۳؛ ''صحیح بخاری'' (کراچی: قدیمی

کتب خانہ، ط۲، ۱۹۶۱ء) ج ۲ ص ۱۰۵۴. اس آگ سے متعلق اسی صفحہ پر ''فتح الباری'' سے لیا گیا ایک خلاصہ محشی نے بیان کیا ہے۔ سعیدی

۷- دیکھیے: سنن ابی داؤد، باب فی ذکر البَصْرَة، (ملتان: مکتبہ امدادیہ)، ج ۲ ص ۲۴۳ سعیدی

۸- دیکھیے متی ۲۶:۶۴. ۹- پیدائش ۴۶:۴.

۱۰- پیدائش ۴۹:۳۳. ۱۱- متی ۱۱:۲۷ (کتاب مقدس).

۱۲- لوقا ۱:۱۵، ۴۱. یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ موجودہ پروٹسٹنٹ اردو بائبل میں 'الیسبات' کو 'الیشبع' جب کہ کیتھولک اردو بائبل 'کلام مقدس' میں اسے 'الیصابات' سے بدل دیا گیا ہے۔ سعیدی

۱۳- ا۔ یوحنا ۴:۱؛ اب اردو بائبلوں میں 'پیغمبر' کی بجائے لفظ 'نبی' اختیار کیا گیا ہے۔ سعیدی

۱۴- اعمال الرسل ۲:۲-۴؛ اس وقت مروج تینوں اردو بائبلوں کی ان ورسوں کے کچھ بہت اہم الفاظ بدل گئے ہیں۔ 'کتاب مقدس' میں لکھا ہے: ''کہ یکایک آسمان سے ایسی آواز آئی جیسے زور کی آندھی کا سناٹا ہوتا ہے اور اُس سے سارا گھر جہاں وہ بیٹھے تھے گونج گیا اور انھیں آگ کے شعلہ کی سی پھٹتی ہوئی زبانیں دِکھائی دِیں اور اُن میں سے ہر ایک پر آ ٹھہریں اور وہ سب روح القدس سے بھر گئے اور غیر زبانیں بولنے لگے جس طرح رُوح نے اُنھیں بولنے کی طاقت بخشی۔''

'کلام مقدس' کے الفاظ ہیں: ''اور یک بارگی آسمان سے ایسی آواز آئی جیسے تند ہوا کا سناٹا ہوتا ہے اور اُس سے سارا گھر جہاں وہ بیٹھے تھے گونج اُٹھا اور آگ کے شعلے کی سی زُبانیں اُنھیں دِکھائی دیں اور جدا جدا ہو کر ہر ایک پر ٹھہریں اور وہ سب روح القدس سے بھر گئے اور دوسری زُبانیں بولنے لگے جس طرح رُوح نے اُنھیں بولنا عطا کیا۔''

'کتاب مقدس' (نیو اردو بائبل ورژن) کی عبارت یوں ہے: ''اچانک آسمان سے آواز آئی جیسے بڑی تیز ہوا چلنے لگی ہو اور اس سے وہ سارا گھر گونجنے لگا جہاں وہ بیٹھے ہوئے تھے اور انھیں آگ کے شعلوں کی سی زبانیں دکھائی دیں جو جدا جدا ہو کر اُن میں سے ہر ایک پر آ ٹھہریں۔ اور وہ سب پاک روح سے معمور ہو گئے اور روح کی اِستطاعت کے مِوافق طرح طرح کی بولیاں بولنے لگے۔''

غور کریں تو واضح ہو جاتا ہے کہ کتابِ مقدس میں 'زور کی آندھی' ہے، جب کہ کلام مقدس میں صرف 'تند ہوا'؛ اِن دونوں میں 'سناٹا' ہے، مگر نیو اردو بائبل ورژن میں کوئی سناٹا نہیں۔ کتابِ مقدس میں 'غیر زبانیں'، کلام مقدس میں 'دوسری زبانیں'، جب کہ نیو اردو بائبل ورژن میں صرف 'طرح طرح کی بولیاں' پائی جاتی ہیں۔ سعیدی

۱۵- دیکھیے: یوحنا ۲:۲۲ (کتاب مقدس). ۱۶- متی ۱۰:۱۹-۲۰ (کتاب مقدس).

۱۷- دیکھیے یوحنا ۱۶:۱۳ ''اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا۔'' (کتاب

مقدس)۔

۱۸- چناں چہ مونٹنس (Montanus) نامی ایک مسیحی شخص نے جو بڑا پرہیزگار اور عابد تھا ۱۷۷ء میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں وہی فارقلیط ہوں جس کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام وعدہ کر گئے ہیں۔ اس کا یہ دعویٰ بہت لوگوں نے قبول کر کے اُس کی متابعت اختیار بھی کر لی تھی۔ جیسا کہ بعض تواریخ میں مرقوم ہے اور ولیم میور نے "تاریخ کلیسا" اردو مطبوعہ ۱۸۴۸ء کے باب سوم قسم ثانی میں اس کا اور اس کے تابع داروں کا اَحوال اِس طرح ذکر کیا ہے: "بعض لوگوں نے کہا ہے کہ بے شک اُس نے دعویٰ کیا تھا کہ میں وہی فارقلیط ہوں جس کا مسیح نے وعدہ کیا ہے اور وہ بہت پرہیزگار اور عابد تھا۔ اس لیے اُسے بہت سے لوگوں نے قبول کر لیا"۔

پھر صاحبِ "لب التواریخ" لکھتے ہیں کہ "محمد ﷺ کے ہم عصر یہود اور عیسائی ایک نبی کے منتظر تھے۔ پس محمد [ﷺ] کو یہ بات بہت مفید معلوم ہوئی۔ اس لیے دعویٰ کیا کہ بے شک میں وہی نبی ہوں جس کے تم منتظر تھے۔"

پس اِن اَقوال سے ثابت ہوا کہ اہل کتاب قبل پہلی صدی مسیحی ہی سے زمانہ آں حضرت تک برابر فارقلیط کے منتظر تھے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی دعویٰ بھی کرتا تھا کہ میں فارقلیط ہوں تو عیسائی اس کو قبول کر لیتے تھے۔ پھر یہ جو آج کل کے عیسائی کہتے ہیں کہ فارقلیط سے مراد صرف روح القدس ہے۔ یہ محض تعصب سے جہلا کے لیے ایک دھوکہ بنا رکھا ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو آں حضرت ﷺ پر ایمان لانے سے روکیں۔ فقیر محمد عفی عنہ

۱۹- یوحنا ۱:۲۱ (کتابِ مقدس)۔ ۲۰- دیکھیے: لوقا ۲۴:۴۹

فصل پنجم :۔

آں حضرت ﷺ کے معجزات کے بیان میں

پادری لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو حضرت محمد ﷺ کی خارق عادات پر کئی وجہ سے ترجیح دیتے ہیں؛ اوّل یہ کہ معجزاتِ مسیح کو لکھنے والے صاحبِ الہام وکرامات اور رُوح القدس سے فیض پاتے تھے۔ دوسرے یہ کہ اُنھوں نے واقعات کو بہ چشم خود دیکھا تھا وغیرہ بہ خلاف محدثین اِسلام کہ صفاتِ بالا سے عاری تھے یعنی نہ تو صاحبِ الہام تھے اور نہ ہی صاحبِ کرامت وغیرہ۔

مگر تحقیقات کے بعد ثابت ہوا ہے کہ مسیحیوں کا دعویٰ بالکل بے دلیل ہے۔ اس لیے کہ حواریوں کا صاحبِ الہام ہونا تو بجائے خود وہ اَخیر عمر تک پورا ایمان بھی نہیں رکھتے تھے۔ چناں چہ اِس کے متعلق حوالہ جات ''مباحثۂ دِینی'' میں لکھے گئے ہیں۔ اور احوال دیکھا ہوا لکھنا یہ بھی غلط ہے کیوں کہ ذِکرِ حمل حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تولد اِنجیل متی ولوقا میں تو لکھا ہے مگر اُس وقت متی وغیرہ کہاں تھے؟ اور لوقا ومرقس کی کوئی کرامت اِنجیل سے معلوم نہیں ہوتی۔

اَناجیل مروّجہ میں حضرت عیسیٰ کے سب معجزات کی تعداد بلا تکرار کل پندرہ سولہ ہے مثلاً بیمار یا اندھے وغیرہ کو اچھا کرنا۔ یہ اُمور آیاتِ خاتم النّبیّین پر کیا ترجیح رکھتے ہیں؟ جیسا کہ سنگ ریزوں سے کلام کرانا یا ستون کا غم ہجرتِ حضرت سے خَلقت کے رُو بہ رُو گریہ وزاری کرنا یا اُنگلیوں سے پانی بہ کثرت جاری ہونا یا مردہ سوسمار کا زندہ ہو کر بہ زبانِ فصیح کلمہ شہادت پڑھنا یا چاند کو دو ٹکڑے کر دینا وغیرہ یہ سب معجزات کتبِ اَحادیث میں بہ اسنادِ صحیحہ درج ہیں جن کے راویوں کی ثقاہت متی وغیرہ سے ہزار درجے افضل ہے۔

اُصولِ حدیث میں ایک قاعدہ ہے کہ اگر کوئی شخص عمر بھر میں ایک بار بھی اپنی زبان کو کذب آلودہ کرے تو ایسے شخص کی خبر درج کرنے کے لائق نہیں۔ اِس خیال سے کہ شاید حدیث میں بھی خلاف کہہ دے۔ بھلا صاحب! یہ رعایت حواریوں میں کہاں تھی؟ بلکہ اعظم حواری پطرس صاحب تو جھوٹی قسم کھا لیا کرتے تھے۔ چناں چہ متی باب ۲۷ میں صاف درج ہے۔ اور معجزاتِ محمد کے راوی یا تو اَصحاب ہیں یا پھر اہل بیت۔ جن کے اِلہامات وکرامات کتاب ''شواہد النبوۃ'' میں

درج ہیں۔

اَب آپ بھی اِنصاف فرمائیں کہ ناقص اِیمان والوں بلکہ جھوٹ بولنے والوں کی رِوایت کو معتبر اور صحیح کیسے سمجھا جائے؟ اور ایسے راوی جنھوں نے عمر بھر جھوٹ نہ بولا ہو بلکہ ایک دفعہ جھوٹ بولنے سے درجہ اِعتبار سے ساقط کیا جائے انھیں غیر معتبر سمجھنا عقل کی بات ہے؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ متعصب سے کچھ عجب نہیں۔

اور بیمار کو اچھا کرنا یا جن کو نکالنا دوا اور منتر کے ذریعہ سے بھی ہو سکتا ہے بہ خلاف سنگ ریزہ وستون کے کلام کرنے کے کہ کوئی شخص نبی برحق کے سوا منتر یا دوا کے ذریعہ سے بھی کلام نہیں کرا سکتا۔

ہم اہل اِسلام اِعتقاد رکھتے ہیں کہ ہر نبی سے خرقِ عادت ظاہر ہوتی ہے اور کوئی ولی اگر چہ درجہ میں کتنا ہی بلند ہو جائے اور صاحبِ کرامت بھی ہو وہ نبی ﷺ کے درجہ کو نہیں پہنچتا۔ جائے غور ہے کہ تابع دارانِ خاتم النبیین حضرت ﷺ کی اِتباع کے باعث اِس مرتبہ کو پہنچے اور وہ کرامات سرزد ہوتی رہیں کہ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے معجزات اَناجیل میں لکھے ہیں۔ چناں چہ بہ طور نمونہ ایک دو کرامتیں نقل کی جاتی ہیں۔

کتاب ''بَھْجَۃُ الْاَسْرَار'' میں جس کا مصنف دو واسطہ سے حضرت غوثُ الاعظم کا مرید ہے تحقیقاتِ تامہ سے لکھتا ہے کہ ایک روز حضرت غوثُ الاعظم بہ تقریب دعوت ایک شخص کے گھر میں تشریف لے گئے۔ صاحبِ خانہ ایک ٹوکرا مجلس میں لے آیا جس میں دو لڑکے تھے۔ ایک اندھا تھا دوسرا مفلوج۔ آپ نے فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ اور ماں باپ کو خوش کرو! دونوں فوراً صحیح اور سالم ہو کر ماں باپ کے پاس کھڑے ہو گئے۔

پھر اِسی کتاب میں ہے کہ بسا اوقات آپ کی مجلس میں بہت لوگ آ جاتے اور کھانا کم ہوتا مگر آپ کی برکت سے سب لوگ سیر ہو کر کھاتے بلکہ باقی بچ رہتا اور ہزار ہا جنوں کو آسیب زدوں سے نکال دیتے۔

قطع نظر اِس سے اہل اِسلام میں ابھی تک صاحبِ کرامت موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ غرض ہمارے پیغمبر کے زمانہ سے لے کر آج تک کوئی قرن نہیں گذرا جس میں کوئی صاحبِ کرامت نہ ہوا ہو۔

سبحان اللہ! کیا کرامتیں ہیں جن کا اثر ابھی تک پایا جاتا ہے۔

حضرت خواجہ نقش بند بہاء الدین ﷫ سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص نماز وِتر کی رکعت اوّل میں سورۃ والتین پڑھتا رہے تو دانتوں کے درد کی کبھی شکایت نہ کرے گا۔ شک کرنے والا تجربہ کر کے دیکھ لے۔ جن بھوت نکالنے والے بھی ہزارہا موجود ہیں۔ کوئی جن زدہ آزمائش کرلے۔

فائدہ: کیا وجہ ہے کہ کوئی پادری باکرامت نہیں ہوتا؟ حالاں کہ انجیل یوحنا میں ہے: ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو مجھ پر ایمان رکھتا ہے یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ بھی کرے گا بلکہ اِن سے بھی بڑے کام کرے گا''۔[۱]

اور انجیل متی میں ہے: ''کیوں کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا تو اِس پہاڑ سے کہہ سکو گے کہ یہاں سے سرک کر وہاں چلا جا اور وہ چلا جائے گا اور کوئی بات تمہارے لیے ناممکن نہ ہوگی''۔[۲]

اور انجیل مرقس میں ہے: ''اور جو اِیمان لائیں گے اُن کے ساتھ یہ نشان ہوں گے۔ وہ میرے نام سے بدروحوں کو نکال دیں گے۔ وہ نئی زبانیں بولیں گے۔ وہ سانپوں کو اُٹھالیں گے اور اگر کوئی مہلک شے پئیں گے تو یہ اُن کے لئے ضرر رساں نہ ہوگی۔ وہ بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے تو وہ شفا پائیں گے''۔[۳]

پس جس صاحب میں رائی کے برابر اِیمان ہو یہ علامات جو اَناجیل میں لکھی ہیں پوری کر کے دِکھادے۔ اگر رائی بھر سے بھی عاری ہیں تو پھر اِیمان دار کیوں کہلاتے ہیں؟ اور کیوں اپنے اِیمان کا فکر نہیں کرتے؟ دوسرے مذاہب کی ناحق تشنیع کرتے ہیں۔

علاماتِ مذکورہ سے خالی ہونے کا باعث یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فعل وقول کی مخالفت معلوم ہوتی ہے۔ کیوں کہ آپ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ میں اِسرائیلیوں کو ہدایت دینے آیا ہوں۔ بلکہ شاگردوں کو جب وعظ کرنے کے لیے اَطراف میں بھیجا تھا تو تاکید کردی تھی کہ اِسرائیلیوں کے گھروں کے سوا کہیں وعظ نہیں کرنا۔ چناں چہ انجیل متی میں ہے: ''ان بارہ کو یسوع نے بھیجا اور اُن کو حکم دے کر کہا: غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ اِسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا''۔[۴]

اور انجیل متی میں مزید یہ بھی ہے: ''اُس نے جواب میں کہا کہ مَیں اِسرائیل کے گھرانے کی

کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا"۔[۵]

اِس ملک میں اسرائیلی کہاں ہیں؟ جن کو کرسچن بازاروں میں اِنجیل مروّجہ سناتے ہیں؟ پیغمبر علیہ السلام کی صاف بے فرمانی کر رہے ہیں۔ کیوں وہ علامات رہیں؟ اگر کوئی کہے کہ بے شک ابتدا میں حکم اِسرائیلیوں کے لیے خاص تھا مگر اخیر میں عام اِجازت ملی۔ چناں چہ مرقس میں ہے:

"اور اس نے اُن سے کہا کہ تم تمام دُنیا میں جا کر ساری خلق سامنے انجیل کی منادی کرو" الخ۔[۶]

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ ورس صحیح ہو تو پہلے حکم کے منسوخ ہو جانے میں کیا شک ہے؟ پھر پادری فنڈر نے "میزان الحق" میں در باب عدم نسخ کیوں شور مچا رکھا ہے؟ اِس سے نسخ کیسا صاف ثابت ہوتا ہے؟

بر تقدیر تسلیم وَرس مذکور اِنجیل کا سنانا پیغمبروں پر طعن و تشنیع ثابت کرے گا۔ کیوں کہ ہم بازاروں میں دیکھتے ہیں کہ جو کرسچن ہوتا ہے پیغمبروں کو بُرا بھلا کہتا ہے۔ مسیح کے سوا سب کو گناہ گار سمجھنا اس کا پہلا سبق اور پادری صاحب کی پہلی تعلیم ہوتی ہے۔

؎ بہ بیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بہ کجا

(دیکھو! اُن کی راہ اور اِیمان کے فرق کو کہ کہاں سے کہاں تک ہے!!)

مزید برآں یہ وَرس اِلحاقی معلوم ہوتی ہے کیوں کہ تمام عیسائی اِس بات کے قائل ہیں کہ اُس زمانہ میں کوئی انجیل نہ تھی بلکہ مزعومہ واقعۂ صلب کے ساٹھ ستر سال بعد خیر خواہوں نے جمع کی تھی۔ پادری ہارن صاحب کی تفسیر سے ہر ایک کی تاریخ تصنیف تفصیل سے معلوم ہوتی ہے۔

پانی پتی صاحب ماہ واری چراغِ تحقیق کو روشن کرتے ہیں۔ "حقیقی عرفان" ماہ ستمبر ۱۸۸۶ء [۷] کے صفحہ ۵ میں اہل اِسلام کو روغن تاریخ دانی سے مثل خشک فتیلہ کے سمجھتے ہیں کیوں کہ وہ حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں اللہ کی نازل کردہ انجیل کا اِعتقاد رکھتے ہیں۔ انجیل سے صلیب کی خوش خبری مراد نہیں ہو سکتی کیوں کہ صلیب پر چڑھنا جس حالت سے عیسائیوں کی کتب میں لکھا گیا ہے خوش خبری کیا ویسی ذِلت اور حقارت دُنیا میں نہ ہو گی۔ اِس لیے مصلوب صاحب رات بھر دُعا مانگتے رہے تھے کہ اے خدا مجھے اِس ذِلت سے بچا۔[۸] اسے بے فائدہ تم ایک خوش خبری سمجھتے ہو۔ یہ جائے غم ہے نہ کہ سرور۔

بر عکس نہند نام زنگی را کافور

(یعنی بدبودار کالے کلوٹے کا نام کافور رکھنا کتنی اُلٹا کام ہے)

بائبل میں سؤر کھانے سے مکمل ممانعت کی گئی ہے حالاں کہ مسیحی لوگ اُسے نوش جان فرماتے ہیں۔ چناں چہ لکھا ہے: ''اور خنزیر کہ اُس کے کھر چرے ہوئے تو ہیں مگر وہ جُگالی نہیں کرتا۔ سو وہ تمہارے لیے ناپاک ہے۔ تم اُن کے گوشت میں سے کچھ نہ کھاؤ اور اُن کی لاشوں کو نہ چھوؤ کیوں کہ وہ تمہارے لیے ناپاک ہیں''۔[۹]

اِسی طرح اَبد تک ختنہ کا حکم تاکیداً دیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں لکھا ہے: ''تمہارے ہاں پُشت در پُشت ہر لڑکے کا ختنہ جب وہ آٹھ روز کا ہو کیا جائے، خواہ وہ گھر میں پیدا ہو خواہ اُسے کسی پردیسی سے خریدا ہو جو تیری نسل سے نہیں''۔[۱۰]

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی ختنہ ہوا۔ جیسا کہ انجیل لوقا میں موجود ہے۔[۱۱] پادری لوگ دل کا ختنہ مراد رکھتے ہیں۔ پس بے فرمانوں کو مقبولوں کی علامتیں کیوں کر دی جائیں؟

بے فرمانی کی اَقسام میں سے فارقلیط کو قبول نہ کرنا بھی ہے کہ جس سے صاف مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔

خلاصہ: وجوہ ترجیح معجزاتِ محمدی سے ایک یہ بھی ہے کہ معجزات کا نمونہ قیامت تک باقی رہے گا۔ یعنی کرامتِ ولی کہ وہ حقیقت میں نبی ہی کا معجزہ ہے۔ اِس لیے کہ اُسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تابع فرمانی کے سبب سے حاصل ہوا ہے۔ پادری صاحبان میں یہ صفتیں بالکل مفقود ہیں۔ حواریوں کی کرامات پر نازاں ہونا مخنث کی حکایت یاد دلاتا ہے۔ پانی پتی صاحب ''ہدایت المسلمین'' کے صفحہ ۲۶ و ۲۷ میں لکھتے ہیں کہ معجزات اِس واسطے مفقود ہیں تاکہ عادت نہ ہو جائے۔ حالاں کہ کرامت خلافِ عادت ہوتی ہے۔

مَیں کہتا ہوں کہ اُس کا یہ کلام دو وجہ سے مخدوش ہے:-

اوّل: حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک تمہارے زعم کے مطابق کرامات کا ظاہر ہونا کیا تخصیص رکھتا ہے اور بعدۂ بند ہونے کا کیا فائدہ؟

دوم: خرقِ عادات پر کرامات کا حصر جو انبیا سے صادر ہوئیں ثابت نہیں ہوتا بلکہ اِس کے برعکس خلافِ عادات کی اَقسام عقل میں شمار میں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً پتھر کا انسان بن جانا اور درختوں سے ستاروں کا ظاہر ہونا وغیرہ کہ آج تک عادتاً نہیں ہوئے۔

یوحنا۹:۴ سے مسیح علیہ السلام کے بعد امتناع معجزہ سمجھنا محاوراتِ بائبل سے ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے۔ کیوں کہ وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے زمانہ کا نورِ نبوت مراد ہے۔ اس لیے کہ اُس زمانہ کا نور بہ نسبت وفات کے کامل تھا۔ اور اس لیے بھی کہ حضرت عیسیٰ و محمد علیہما السلام کا درمیانی عرصہ زمانۂ جہالت گنا جاتا ہے۔ پانی پتی صاحب کی یہ سمجھ حضرت عیسیٰ کے کلام کے مخالف ہے۔ کیوں کہ وہ بہ طورِ موجبہ کلیہ فرماتے ہیں جس میں عموم اشخاص کا لحاظ ہوتا ہے یعنی جو کوئی مجھ پر ایمان لائے گا الخ اگر صرف حواریوں کو مسیح علیہ السلام کا تابع سمجھتے ہو۔ پس یہ پادری بے چارے بے فرمان ٹھہرے۔ **فھو المطلوب۔**

غرض پانی پتی صاحب مابعد حواریوں کے ثابت کر چکے ہیں کہ کوئی صاحبِ کرامت نہ ہوا۔ یہی میرا مقصد ہے۔ رہی نہ ہونے کی اَدِلہ وہ اُوپر مذکور ہوگئی ہیں۔

۱- یوحنا۱۴:۱۲ (کتاب مقدس)۔
۲- متی ۱۷:۲۰ (کتاب مقدس)۔
۳- مرقس ۱۶:۱۷۔۱۸ (کلام مقدس)۔
۴- متی ۱۰:۵۔۷ (کتاب مقدس)۔
۵- متی ۱۵:۲۴ (کتاب مقدس)۔
۶- مرقس ۱۶:۱۵ (کتاب مقدس)۔
۷- کتاب میں یہ سن ایسے ہی لکھا ہے۔ اس کی صحت نہ سمجھ سکا۔ سعیدی
۸- مرقس ۱۴:۳۵۔۳۶۔
۹- احبار ۱۱:۷۔۸ (کلام مقدس)۔
۱۰- پیدائش ۱۷:۱۲ (کتاب مقدس)۔
۱۱- لوقا ۲:۲۱۔

فصل ششم:۔

آں حضرت ﷺ کی تعلیم

پولوسی مذہب والے قرآن وحدیث کی تعلیم پر بہت ناراض ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس میں رُوحانی تقاضوں کو پورا کرنے والی چیزیں نہیں ہے۔ ہاں یہ تعلیم جنت کی طمع سے پُر ہے حتیٰ کہ جو اَمر لذتِ نفسانی کا ہوتا ہے اُس میں آیت یا حدیث صاف دلالت کرتی ہے کہ یہی خدا اور رسول کی مرضی ہے۔ اسی قسم کی چیزوں میں ذِکرِ حور وکثرت ازواج وتنبیہ بدکاراں وغیرہ ہیں۔

ایسے طعنوں سے عیسائی متقدمین نے شور مچایا تھا۔ اخیر میں پانی پتی صاحب نے بھی بہت سے اَوراق سیاہ کرڈالے۔ سواوّلاً ہم تعلیم اہل کتاب لکھتے ہیں تاکہ منصف مزاج لوگ جان لیں کہ جس شخص کے مذہب میں ایسی تعلیم ہو وہ کس طرح دوسروں پر طعن کرسکتا ہے؟ سچ ہے اِنسان کو اپنا عیب نظر نہیں آتا دُوسرے پر جلد نظر کرلیتا ہے۔

چناں چہ انجیل متی میں ہے: ”تو کیوں اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کے شہ تیر پر غور نہیں کرتا؟ اور جب تیری ہی آنکھ میں شہتیر ہے تو تُو اپنے بھائی سے کیوں کر کہہ سکتا ہے کہ لا تیری آنکھ میں سے تنکا نکال دوں؟ اے ریاکار! پہلے اپنی آنکھ میں سے تو شہتیر نکال پھر اپنے بھائی کی آنکھ میں سے تنکے کو اچھی طرح دیکھ کر نکال سکے گا“۔[۱]

تورات وانجیل سے انسان کے مقابلے میں خدا کا علم وقدرت بہت ہی کم ثابت ہوتا ہے۔ چناں چہ کچھ حوالہ جات ”مباحثۂ دِینی“ میں دیے گئے ہیں۔ تازہ ترین بہ حسب کُلُّ جَدِیْدٍ لَذِیْذٌ ذِکر کیے جاتے ہیں:۔

۱۔ کتاب پیدائش میں لکھا ہے کہ خدا ”زمین پر اِنسان کے پیدا کرنے سے پچھتایا اور دل میں غم گین ہوا“۔[۲]

۲۔ کتاب نوحہ یرمیا کے مطابق خدا ریچھ کی مانند ہے۔[۳]

۳۔ کتاب ہوسیع میں ہے کہ خدا ببر و چیتا کی مانند چھپ کے لوگوں کو بھسم کرتا ہے۔[۴]

۴۔ کتاب یسعیاہ جس کو اِشَعیا بھی کہتے ہیں میں کلامِ خدا یوں لکھا ہے: ”اس لیے خداوند

صیہون کے بیٹیوں کے چاندی کی کنجی کو ڈالے گا اور خداوند اُن کی اَندام نہانی کوا کھاڑے گا‘‘۔[۵]

واہ کیسی عظیم الشان جگہ پر خدا کو دسترس ہوئی!!!

۵- یسعیاہ میں دوسری جگہ اس سے زیادہ گل کھلا ہے: ’’اُتر آ اور خاک پر بیٹھ اے بابل کی کنواری بیٹی، تو زمین پر بغیر تخت کے بیٹھ، اے کسدیوں کی دختر تو اب آگے کو نرم اَندام اور نازنین نہ کہلائے گی۔ چکی لے اور آٹا پیس، اپنی ٹانگ عریاں کر دے اور ران ننگی کر اور ندیوں میں سے پیدل جا۔ تیری برہنگی کھلے گی بلکہ تیری چھاتی دیکھی جائے گی‘‘۔[۶]

۶- یسعیاہ کا صحیفہ ایک اور جگہ اس فصاحت سے بشارت دیتا ہے: ’’اے فاحشہ! تو جو فراموش ہو گئی ہے بربط اُٹھا لے اور شہر میں پھرا کر۔ راگ کو چھیڑ اور بہت سی غزلیں گا کہ لوگ تجھے یاد کریں۔ اور ستر برس کے بعد یوں ہوگا کہ خداوند صور کی خبر لے گا اور وہ اُجرت پر جائے گی اور رُوئے زمین پر کی تمام مملکتوں سے بدکاری کرے گی۔ لیکن اس کی تجارت اور اس کی اُجرت خداوند کے لیے مقدس ہوگی اور اس کا مال نہ ذخیرہ کیا جائے گا اور نہ جمع رہے گا بلکہ اُس کی تجارت کا حاصل اُن کے لیے ہوگا جو خداوند کے حضور رہتے ہیں کہ کھا کر سیر ہوں اور نفیس پوشاک پہنیں‘‘۔[۷]

سبحان اللہ! کنجریوں کے مال کا خدا سے زیادہ اور کون مستحق ہوسکتا ہے!! کیوں کہ وہ پاک مال ہے؟ جائے غور ہے کہ ذکرِ حور سے تو نفرت آتی ہے اور کلماتِ طیبہ صحیفۂ مذکورہ کو تعلیم پاک سمجھا جاتا ہے! تاویلات کو پوُسی مذہب والے قباحت سمجھتے ہیں۔ چناں چہ اس کا اظہار پانی پتی اپنی تحقیقات کی ابتدا ہی میں کرتا ہے کہ خدا کے مقبول انبیا جنہوں نے خدا کی طرف سے خلقت کو راہِ ہدایت دکھلائی انجیل کے مطابق ڈاکو اور چور تھے۔ چناں چہ انجیل یوحنا کا ارشاد یہ ہے: ’’پس یسوع نے اُن سے پھر کہا: میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بھیڑوں کا دروازہ مَیں ہوں۔ جتنے مجھ سے پہلے آئے سب چور اور ڈاکو ہیں‘‘۔[۸]

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ پر طعن کرنے والوں کو یہ ورس یاد رہے کہ اپنی شان کے لیے اَوروں کو رہزن کہا۔ حضور ﷺ نے اس لحاظ سے کہ مبادا کوئی مسلمان دُوسرے انبیا کو حقیر سمجھے، فرمایا: لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی یُوْنُسَ یعنی مجھے یونس علیہ السلام پر فضیلت نہ دو!

مسیح علیہ السلام جنھیں عیسائی ناحق ابن اللہ کہتے ہیں کو حضرتِ پولوس صاحب نے لعنتی کہا ہے۔ دل تو نقل کرنے کو نہیں چاہتا تھا مگر بہ حسب 'نقل کفر کفر نباشد' لکھا جاتا ہے۔ خط گلتیوں میں لکھا ہے: ''مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا اُس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیوں کہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے''۔[۹]

جو شخص اپنے پیشوا کو ایسے لفظ تحفہ بھیجے وہ دُوسرے کو اگر کہے تو کیا بعید ہے؟ گلتیوں کے نام خط میں ہی تابع دارانِ توراۃ کو بھی لعنتی کہا ہے۔ ''کیوں کہ جتنے شریعت کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں وہ سب لعنت کے ماتحت ہیں''۔[۱۰]

شریعت سے مراد توراۃ ہے۔ اِس لیے ترجمہ عربی میں بجائے لفظ شریعت کے توراۃ ہے۔ سارے پیغمبر توراۃ کی تابع داری کرتے تھے۔ مسیح نے بھی اُسی کی تاکید کی تھی۔ یہ پولُس صاحب اپنے وصف میں فرماتے ہیں کہ لوگوں کو قابو کرنے کے واسطے خواہ کسی مذہب کا ہو میں اُسی مذہب کا ہو کر اُسے قابو کر لیتا ہوں۔ جس کو انکار ہو دیکھے خط اول کرنتھیوں: ''میں یہودیوں کے لیے یہودی بنا تا کہ یہودیوں کو کھینچ لاؤں۔ جو لوگ شریعت کے ماتحت ہیں اُن کے لیے میں شریعت کے ماتحت ہوا تا کہ شریعت کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں اگر چہ خود شریعت کے ماتحت نہ تھا۔ بے شرع لوگوں کے لیے بے شرع بنا تا کہ بے شرع لوگوں کو کھینچ لاؤں (اگر چہ خدا کے نزدیک بے شرع نہ تھا بلکہ مسیح کی شریعت کے تابع تھا)''۔[۱۱]

حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں ناچنے والا کہا گیا ہے۔ اِس قول پر شاہد سموئیل دوم ہے: ''داؤد نے میکل سے کہا: یہ تو خداوند کے حضور تھا جس نے تیرے باپ اور اُس کے سارے گھرانے کو چھوڑ کر مجھے پسند کیا تا کہ وہ مجھے خداوند کی قوم اسرائیل کا پیشوا بنائے۔ سو میں خداوند کے آگے ناچوں گا''۔[۱۲]

کثرتِ ازواج پر آیا عقلاً اِعتراض ہے یا نقلاً؟ فرض کیجیے اگر عقلاً اِعتراض ہو تو تثلیث کو سنبھال لو جس کے حق میں مصنفِ ''دینِ حق کی تحقیق'' نے لاچار اقرار کیا ہے کہ یہ مسئلہ قیامت کو کھلے گا۔ دُنیا میں سمجھ نہیں آتا۔ اور اعتراض اگر نقلاً ہے تو کوئی ایک آیت جس میں اس کی ممانعت ہو بائبل سے نکال کر دکھاؤ۔ حالاں کہ جا بجا اس میں تشریحاً یہ جواز مذکور ہے کہ جہاں تک چاہو بے شک کر لو۔ دیکھیے کتاب گنتی میں خدا تعالیٰ کا حکم: ''لہٰذا سب لڑکوں کو مار ڈالو اور ہر اُس عورت کو

بھی مار ڈالو جو کسی مرد کے ہم بستر ہو چکی ہو۔ لیکن ہر اُس لڑکی کو اپنے لیے بچائے رکھو جو کبھی کسی مرد کے ساتھ ہم بستر نہ ہوئی ہو"۔[۱۳]

اور کتاب استثناء میں خطابِ خدا یوں ہو رہا ہے: "جب تُو اپنے دُشمنوں سے جنگ کرنے کے لیے خروج کرے اور خداوند تیرا خدا اُن کو تیرے حوالے کر دے۔ اَور تُو اُنہیں اسیر کر لائے۔ اور تُو اسیروں میں کوئی خوب صورت عورت دیکھے اَور تیری خواہش ہو کہ تو اُسے اپنی بیوی بنائے۔ تو تُو اُس کو اپنے گھر میں لا، اُس کا سر مُنڈوا اَور اُس کے ناخن کٹوا اور وہ اپنی اسیری کے کپڑے اُتارے اور تیرے گھر میں رہے اور ایک مہینہ اپنے باپ اور اپنی ماں کے لیے ماتم کرے بعد اِس کے تُو اُس کے ساتھ خلوَت کر اور اُس کا شوہر بن، اور وہ تیری بیوی بنے"۔[۱۴]

کتاب ہوسیع میں ہے کہ خداوند نے ہوسیع کو فرمایا کہ "جا ایک فاحشہ کو اپنی بیوی بنا لے اور بدکاری کی اولاد کو اپنا لے"۔[۱۵]

اِسی طرح اِسی کتاب میں ہے: "خداوند نے مجھے فرمایا کہ پھر جا اور اس عورت سے جو زوج کی پیاری زوجہ ہے پر زنا کرتی ہے محبت رکھ"۔[۱۶]

پس اگر بہت جورو کرنے میں قصور ہے تو آمر کا ہے نہ کہ مامور کا۔ داوٗد علیہ السلام نے کثرت ازواج میں بہت کوشش کی ہے۔ تعداد میں پوشیدگی نہیں۔[۱۷] چناں چہ یہ اَمر اُس شخص پر واضح ہو جاتا ہے جو کتابِ سلاطین اور کتابِ تواریخ کا مطالعہ کرے۔ داوٗد علیہ السلام کو گناہ گار ٹھہرانا محض نادانی ہے کیوں کہ وہ تو خدا تعالیٰ کی مرضی کے سوا کوئی کام نہ کرتے تھے۔ اُن کا ہر کام خدا تعالیٰ کو پسند تھا۔ میرے اس قول پر زبور شاہد ہے: "کیوں کہ میں خداوند کی راہوں پر چلتا رہا اور شرارت سے اپنے خدا سے الگ نہ ہوا۔ کیوں کہ اُس کے سب فیصلے میرے سامنے رہے اور میں اُس کے آئین سے برگشتہ نہ ہوا۔ میں اُس کے حضور کامل بھی رہا، اپنے کو اپنی بدکاری سے باز رکھا۔ خداوند نے مجھے میری راستی کے موافق اور میرے ہاتھوں کی پاکیزگی کے مطابق جو اس کے سامنے تھی بدلہ دیا"۔[۱۸]

آپ کے بارے میں ۲۔ سموئیل میں مزید یوں لکھا ہے: "اس لیے کہ وہ مجھ سے خوش تھا خداوند نے میری راستی کے موافق مجھے جزا دی اور میرے ہاتھوں کی پاکیزگی کے مطابق مجھے بدلہ دِیا۔ کیوں کہ میں خداوند کی راہوں پر چلتا رہا اور شرارت سے اپنے خدا سے الگ نہ ہوا۔ کیوں کہ

اُس کے سارے فیصلے میرے سامنے تھے اور میں اُس کے آئین سے برگشتہ نہ ہوا۔ میں اس کے حضور کامل بھی رہا‘‘۔[۱۹]

بلکہ خدا تعالیٰ بھی اُن کی کمال تعریف کرتا ہے۔ جیسا کہ کتاب ا۔سلاطین میں لکھا ہے:
’’اور داؤد کے گھرانے سے سلطنت چھین لی اور تجھے دی تو بھی تُو میرے بندہ داؤد کی مانند نہ ہوا جس نے میرے حکم مانے اور اپنے سارے دل سے میری پیروی کی تا کہ فقط وہی کرے جو میری نظر میں ٹھیک تھا‘‘۔[۲۰]

اب داؤد علیہ السلام کو گناہ گار ٹھہرانا خدا سے دشمنی کرنی ہے۔ اور سلیمان علیہ السلام نے ہزار تک نوبت پہنچادی تھی۔[۲۱] دیکھیے ا۔سلاطین: اُس کی سات سو آزاد بیویاں تھیں اور تین سو حرم۔[۲۲]

اگر چہ متعصب لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام کو پیغمبر نہیں مانتے لیکن چوں کہ وہ کتبِ آسمانی کے برخلاف کہتے ہیں اِس لیے قابلِ سماعت نہیں۔ سند میرے دعویٰ کی ا۔سلاطین ہے: ’’اور خداوند کا کلام سلیمان پر نازل ہوا‘‘۔[۲۳]

اور ۲۔تواریخ میں ہے: ’’یوں سلیمان نے خداوند کا گھر اور بادشاہ کا گھر تمام کیا اور جو کچھ سلیمان نے خداوند کے گھر میں اور اپنے گھر میں بنانا چاہا اُس نے اُسے بہ خوبی انجام تک پہنچایا۔ اور خداوند رات کو سلیمان پر ظاہر ہوا اور اُس سے کہا کہ میں نے تیری دعا سنی اور اِس جگہ کو اپنے واسطے چن لیا کہ یہ قربانی کا گھر ہو‘‘۔[۲۴]

اِس کے علاوہ خدا تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو اپنا فرزند کہا ہے۔ جیسا کہ ۲۔سموئیل اور کتاب ا۔تواریخ میں ہے: ’’اور میرے سب بیٹوں میں سے (کیوں کہ خداوند نے مجھے بہت سے بیٹے دیے ہیں) اُس نے میرے بیٹے سلیمان کو پسند کیا تا کہ وہ اسرائیل پر خداوند کی سلطنت کے تخت پر بیٹھے۔ اور اُس نے مجھ سے کہا کہ تیرا بیٹا سلیمان میرے گھر اور میری بارگاہوں کو بنائے گا کیوں کہ میں نے اُسے چن لیا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہو اور میں اُس کا باپ ہوں گا۔ اور اگر وہ میرے حکموں اور فرمانوں پر عمل کرنے میں ثابت قدم رہے جیسا آج کے دن ہے تو میں اُس کی بادشاہی ہمیشہ تک قائم رکھوں گا‘‘۔[۲۵]

کتبِ تواریخ اول و دوم کی اِن عبارات پر اب غور کرنا چاہیے کہ جن لوگوں پر فقط آگ اُترے وہ تو رسول اللہ کہلائیں اور جس پر خدا اُترے اور اُس کو اپنا پیارا بیٹا کہے وہ اس منصب سے

محروم رہے۔اس سے بڑھ کر کمال درجہ کی بے اِنصافی کیا ہوگی؟

حیرانی کی بات یہ ہے کہ پانی پتی صاحب تو بحث امرتسر میں لفظ اَوْحینا سے حواریوں کی رسالت کا دعویٰ کرتے تھے اگرچہ اخیر میں تنگ ہوگئے۔اور پادری فنڈر صاحب 'مفتاح الاسرار' کی تیسری فصل میں کتابِ سلیمان سے حوالہ دیتے ہیں۔حالاں کہ وہ خطبہ میں لکھ چکے ہیں کہ میں کتابِ خدا سے لکھوں گا اور یہ بہت بعید ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی کتاب تو کلامِ خدا ہو اور وہ خود نبی نہ ہوں۔پس اگر فی الواقع وہ نبی نہیں تو پھر کس واسطے امثال سلیمان کتبِ الہامی میں ابھی تک جڑی ہوئی ہے؟

پس عیسائیوں کا شور کرنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خوشی کے لیے فرما دیتے تھے کہ خدا نے مجھے فرما دیا ہے کہ جس قدر چاہے بیاہ کرلے محض بے فائدہ ہے۔[۲۶] مقابلہ موسیٰ علیہ السلام سے کرلیں۔اس لیے کہ اَنبیا اُصول میں باہم موافق تھے مخالف نہ تھے۔تعلیم قرآن کے برابر بائبل میں ایک ورس بھی موجود نہیں کیوں کہ قرآن شریف میں صفتِ علم وقدرتِ خدا کا بیان ہے۔اور عصمتِ انبیا میں کئی سورتیں نازل ہیں۔دیکھ لیں سورۃ مریم و اِبراہیم۔اور اہل اِسلام کو حکم ہے کہ تم انبیا کی پیروی کرو اور اُنھیں پاک جانو۔اِس جگہ سورۃ فاتحہ کا ترجمہ لکھا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ قرآن شریف میں ایسے مضمون درج ہیں:۔

ترجمہ سورۃ الفاتحہ:

"سب تعریف اللہ کو ہے جو صاحب ہے سارے جہان کا، بہت مہربان نہایت رحم والا، مالک اِنصاف کے دن کا۔تجھی کو بندگی کریں اور تجھی سے مدد چاہیں۔چلا ہم کو راہ سیدھی۔راہ اُن کی جن پر تو نے فضل کیا نہ کہ جن پر غصہ ہوا اور نہ بہکنے والے۔"

سورۃ النساء: ۶۹ میں صراط الذین کی تفسیر میں فرمایا ہے جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گا وہ قیامت کے دن اُن لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا۔وہ اِنعام یافتہ لوگ انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین ہیں۔

اور یہ جو اکثر کرسچن بازاروں میں دھوکے دیا کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیٹے کی جورو پر عاشق ہو گئے تھے اور کئی آیات سنا کر زید سے طلاق دلائی اور آپ نکاح کرلیا حالاں کہ نبی معصوم ہونا چاہیے۔

جواب: اصل اِس قصہ [۲۷] کی صرف اِس قدر ہے جیسا کہ تفسیر ''موضح القرآن'' وغیرہ میں لکھا ہے کہ حضرت زینب رسول اللہ کی پھوپھی کی بیٹی اور قوم میں اشراف تھیں۔ حضور نے اُن کا نکاح اپنے غلام زید سے کر دیا جس کو ازروئے محبت آپ بیٹا کہا کرتے تھے۔ حضرت زینب ابتدا میں ہرگز راضی نہ تھیں۔ مگر حضور کے کہنے سے مان لیا۔ اور جب زینب زید کے نکاح میں آئیں تو وہ اُن کی آنکھوں میں حقیر لگتے۔ مزاج کی موافقت نہ ہوئی۔ جب لڑائی ہوئی تو زید حضور سے اکثر شکایت کرتے اور کہتے کہ میں اُسے چھوڑ دیتا ہوں۔ حضور منع فرماتے کہ میری خاطر سے اُس نے تجھے قبول کیا ہے۔ اب چھوڑ دینا دوسری ذِلت ہے۔ جب بار بار قضیہ ہوا تب حضور کے دِل میں آیا کہ اگر ناچار زید چھوڑ ہی دے تو زینب کی دِل جوئی اِس کے بغیر نہیں ہو سکتی کہ میں نکاح کر لوں۔ لیکن منافقوں کی بدگوئی سے اندیشہ تھا کہ اپنے منہ بولے بیٹے کی جورو سے نکاح کیا۔ حالاں کہ منہ بولے بیٹے کے لیے کسی بات میں حقیقی بیٹے کا حکم نہیں۔ آخر کار زید نے زینب کو طلاق دی دے۔ عدت پوری ہونے کے بعد آں حضرت ﷺ نے اُن سے نکاح کر لیا۔ بھلا صاحب! اِس میں کیا قباحت ہے؟

اگر کہیں کہ بیٹے کی جورو سے نکاح کرنا درست نہ تھا میں کہتا ہوں کہ زید تو حضرت کا بیٹا تھا ہی نہیں۔ قرآن شریف میں ہے کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ [۲۸] اور مُتبنّٰی کی عورت سے نکاح کرنا کسی شریعت میں منع نہ تھا یعنی نہ توراۃ نہ انجیل میں۔ جب ثابت ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک کتبِ مسلّمہ میں کوئی ایک ورس بھی نہیں کہ جس سے مُتبنّٰی کی جورو سے ممانعتِ نکاح سمجھی جائے تو پھر قرآن پر اِس بارے میں طعن کرنا دانائی نہیں۔

اگر کوئی کہے کہ اگرچہ کسی شرع میں متبنّٰی کی بیوی سے نکاح کرنا منع نہیں ہے لیکن عرف میں لوگ اِسے برا سمجھتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حکم خدا و رسول خلقت کی خوشی کے موافق نہیں دیا گیا اور نہ نبی رضائے خلقت کے پابند رہتے ہیں۔ دیکھیے! حضرت اِبراہیم علیہ السلام جن کی بزرگی اور ایمان داری سب کے نزدیک مسلّم ہے نے ہمشیرہ پدری سے نکاح کیا تھا۔ [۲۹] حالاں کہ ایسا نکاح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں منع کیا گیا۔ [۳۰]

پھر کتاب ہوسیع میں ہے کہ خداوند نے ہوسیع کو فرمایا کہ '' جا ایک فاحشہ کو اپنی بیوی بنا لے اور بدکاری کی اولاد کو اپنا لے''۔

اِسی کتاب میں مزید یہ بھی لکھا ہے: ''خداوند نے مجھے فرمایا کہ پھر جا اور اس عورت سے جو زوج کی پیاری زوجہ ہے پر زنا کرتی ہے محبت رکھ''۔[۳۱]

دیکھو! خدا تعالیٰ کا حکم حضرت ہوسیع کو فاحشہ عورت سے محبت کرنے کا۔ خصوصاً خاوند والی کے ساتھ جو عرف میں سب عقلا کے نزدیک قبیح ہے بلکہ خلافِ شرع ہے۔ اور مخالف لوگ اس حکم پر جو نکتہ چینی اور دُور اندیشی کریں وہ بہت تھوڑی ہے۔ کیوں کہ یہ تو ظاہر ہے کہ فاحشہ عورت بہ نسبت اشراف کے صحبت داری کے اُمور میں بڑی اُستاد ہوتی ہے۔ معاذ اللہ خدا بانئ شہوت رانی ٹھہرا!!!![۳۲]

پس میری غرض یہ ہے کہ عیسائیوں کی کتبِ الہامی میں ایسے ایسے احکام موجود ہیں کہ جن کے لکھنے کو ہمارا دل ہرگز نہیں چاہتا۔ یہ اُن کا خیال بالکل نہیں کرتے اور ہمارے آں حضرت ﷺ پر بے فائدہ طعن کیے جاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اپنا عیب دیکھنا بڑے دین داروں کا کام ہے۔

اکثر عیسائی یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ ﷺ ماریہ قبطیہ سے ہم بستر ہوئے تھے۔ اس سے دوسری ازواج ناراض ہوئیں۔ پس حضرت نے قسم کھالی کہ دوبارہ ماریہ قبطیہ کے پاس نہ جاؤں گا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد یہ آیت سنائی:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ.

یعنی اے نبی! تم اپنے اوپر کیوں حرام کیے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی۔[۳۳]

اصل بات یہ ہے کہ آں حضرت ﷺ کو شہد بہت پسند تھا۔ حضرت زینب اپنے گھر میں آپ کو شہد پیش کیا کرتیں تھیں۔ اس لیے کچھ دیر ہو جاتی۔ بعض ازواج کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی۔ اُنھوں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ جب حضور ہمارے پاس آئیں گے تو ہم کہہ دیں گی کہ آپ کے دہن مبارک سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کیکر کی چھال کا عرق پیا ہے۔ چناں چہ جب حضرت ﷺ اُن کے پاس گئے تو اُنھوں نے اسی طرح کہہ دیا۔ چوں کہ آپ کو خوش بو سے بڑا پیار تھا اس لیے آپ نے فرما دیا کہ آئندہ مَیں شہد نہیں پیوں گا۔ خدا تعالیٰ نے اس ارادہ سے آپ کو روک دیا۔ بھلا صاحب! اِس میں کیا قباحت ہے؟

اگر کوئی یہ کہے کہ اتنی قباحت تو ضرور ہے کہ ایک بات کو کہہ کر اس سے تجاوز کیا اور خدا کی

حلال کردہ چیز کو اپنے اوپر حرام سمجھا۔ اس کا جواب یہ کہ اس میں تو کچھ قباحت نہیں۔ اگر قباحت ہوتی تو خدا عز و جل کیوں اپنے کہے ہوئے حکم سے تجاوز فرماتا۔ حالاں کہ توراۃ سے ثابت ہے کہ کئی مرتبہ خدا نے فرمایا کہ میں بنی اسرائیل پر عذاب کروں گا مگر موسیٰ علیہ السلام کی شفاعت سے باز رہا۔[۳۴]

اور کتابِ یرمیاہ میں ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ میں پچھلے ارادہ سے پچھتایا ہوں۔[۳۵]

آپ تجاوز کی بات کرتے ہیں توراۃ سے تو خود خدا کا پچھتانا بھی ثابت ہے۔ توراۃ سے تو یہ بھی ثابت ہے کہ خدا وعدہ کرتا ہے کہ میری عہد شکنی کو دیکھو گے۔[۳۶]

تعجب کی بات یہ ہے کہ انجیل کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام بھی کئی دفعہ اپنی کہی ہوئی بات سے تجاوز کرتے رہے ہیں۔ چناں چہ انجیل متی میں یہ مضمون درج ہے کہ ایک ضعیفہ عورت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں اپنی لڑکی کی شفا کے لیے عرض کیا تھا۔ آپ نے جواب دیا کہ میں سوا بنی اسرائیل کے اور کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا۔ خلاصہ یہ کہ بعد منت بے شمار کے آپ اس ارادہ سے ہٹ گئے اور اس کی بیٹی کو شفا دی۔[۳۷]

ایک شے کو جو فی نفسہ حلال ہو کہہ دینا کہ مجھ پر حرام ہے کچھ مُخلِ نبوت نہیں۔ چناں چہ کتاب اعمال میں ہے کہ اعظم حواری جناب پطرس کو چرندے اور پرندے دکھلائے گئے اور یہ بھی کہا گیا کہ اُن کو ذبح کر کے کھالے بلکہ اِس حکم کا کئی دفعہ تکرار ہوا لیکن پطرس صاحب یہی کہتے رہے کہ حرام چیز مَیں نے کبھی نہیں کھائی۔ اِس پر خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے جس کو پاک کیا ہے اس کو حرام مت کہو۔[۳۸]

پس اگر کہی ہوئی بات سے تجاوز کرنا قباحت ہے یا ایک حلال چیز کو اپنے نفس پر حرام کر لینا مُخلِ نبوت ہے تو اول خدا تعالیٰ اور جناب مسیح پر طعن کر لو اور جناب پطرس کا بھی رسول ہونا باطل سمجھ لو تب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی لایعنی طعن کر لینا۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسی باتیں دیانت سے بہت بعید ہیں۔

۱۔ متی ۷:۳۔۵ (کتاب مقدس)۔

۲۔ پیدائش ۶:۶؛ ایسا ہی یرمیاہ ۴۲:۱۰ میں ہے۔ 'کلام مقدس' کی عبارت اِن الفاظ کے زیادہ قریب ہے۔

۳- نوحہ یرمیاہ ۳:۱۰. ۴- ہوسیع ۱۳:۷.

۵- یسعیاہ ۳:۱۷؛ ''ابحاث ضروری'' صفحہ ۲۲ سطر ۱۹ اور ۲۰ میں اس ورس کے الفاظ یہی ہیں۔ نارتھ انڈیا بائبل سوسائٹی، مرزا پور کے آرفن اسکول پریس میں ڈاکٹر میتھر کے اہتمام سے ۱۸۶۷ء میں طبع کی گئی کتاب مقدس، پہلی جلد، صفحہ ۸۲۸ پر مکتوب اس ورس کے الفاظ یوں ہیں: ''اِس لیے خداوند صیہون کی بیتیوں کی چاندیوں کو گنجی کرد الیگا، اور خداوند اُن کے اندام نہانی کو اُگھاریگا۔''

شاید اس وقت کے ٹائپ رائٹر کے ذریعے 'ٹ' اور 'ڈ' ٹائپ نہیں کیے جاسکتے تھے اس لیے 'بیٹیوں' کو 'بیتیوں' اور 'ڈالے گا' کو 'دالے گا' لکھا گیا۔ مگر پروٹسٹنٹ عیسائیوں کی کتاب مقدس، (بائبل سوسائٹی، انارکلی لاہور، 2003 - 93P series) کے صفحہ ۶۶۳ پر اس ورس کی عبارت اِن الفاظ میں لکھی ہے: ''اِس لیے خداوند صیُّون کی بیٹیوں کے سر گنجے اور یہوواہ اُن کے بدن بے پردہ کر دے گا۔'' اسی پروٹسٹنٹ فرقہ کی ایک اور کتاب مقدس (New Urdu Bible Version) جسے ۲۰۰۵ء میں امریکہ کی انٹرنیشنل بائبل سوسائٹی نے برطانیہ نے چھپوا کر اُردو دان طبقہ میں شائع کیا ہے میں صفحہ ۶۷۹ پر اس ورس کی عبارت یہ ہے: ''اس لیے خداوند صیّون کی عورتوں کے سروں پر پھوڑے پیدا کرے گا اور اُنہیں گنجا کر دے گا''۔ جب کہ کیتھولک عیسائیوں کی 'کلام مقدس'، مطبوعہ بار ہشتم، ۱۹۹۹ء، صفحہ ۹۳۴ پر یہ ورس یوں لکھی ہے: ''سو خداوند صیہون کی بیٹیوں کے سروں کو گنجا کرے گا۔ اور خداوند اُن کے بالوں کو مونڈے گا۔''

اندام نہانی کو اُگھاڑنا، سروں پر پھوڑے پیدا کرنا، بدن کو بے پردہ کرنا یا بالوں کو مونڈنا ایک ہی مفہوم کو بیان کرنے والے الفاظ تو نہیں ہیں۔ ان سے انسانی جسم کا ایک ہی عضو تو مراد نہیں ہوسکتا۔ پھر ایک آدمی کس بائبل کو سچا سمجھے اور کس کو غلط؟ دعویٰ تو یہ کیا جاتا ہے کہ بائبل خدا کا کلام ہے۔ ایسی صورت میں کون سی بائبل خدا کا کلام پیش کر رہی ہے؟ اس سوال کا جو جواب ہو اس کے درست ہونے کا ثبوت کیا ہے؟ سعیدی

۶- یسعیاہ ۴۷:۱-۳؛ اس وقت مروّج اردو بائبلوں میں 'آٹا پیس' کے بعد 'اپنا نقاب اُتار' کا جملہ بھی ہے۔

۷- یسعیاہ ۲۳:۱۶-۱۸ (کتاب مقدس). ۸- انجیل یوحنا ۱۰:۷-۸ (کتاب مقدس).

۹- گلتیوں ۳:۱۳ (کتاب مقدس). ۱۰- گلتیوں ۳:۱۰ (کتاب مقدس).

۱۱- ۱-کرنتھیوں ۹:۲۰-۲۱ (کتاب مقدس). اس ورس میں بریکٹ کتاب مقدس کے مطابق ہے۔ (سعیدی)

۱۲- ۲-سموئیل ۶:۲۱ (کتاب مقدس).

۱۳- گنتی ۳۱:۱۷-۱۸ (نیو اردو بائبل ورژن، ۲۰۰۵ء).

۱۴- استثناء ۲۱:۱۰-۱۳. (کلام مقدس). ۱۵- ہوسیع ۱:۲ (نیو اردو بائبل ورژن).

۱۶- ہوسیع ۳:۱؛ یہ الفاظ حضرت حافظ ولی اللہ مبشر کے ہی نقل کردہ ہیں۔ یہ اس وقت مروّج 'کتاب مقدس'، 'کلام مقدس'، اور 'نیو اردو بائبل ورژن' میں اس طرح نہیں ہیں۔ ہاں نیو امریکن اسٹینڈرڈ بائبل جو پہلی بار غالباً

۱۹۶۰ء میں چھپی تھی اس کے ۱۹۹۷ء کے ایڈیشن میں اس ورس کے الفاظ یہ ہیں:

"Then the Lord said to me, "Go again, love a woman who is loved by her husband, yet an adulteress"

بالکل یہی بات اس بائبل کی تھی جس سے مصنف نے ۱۸۷۸ء میں اقتباس لیا تھا۔ اس کے بعد کی بائبلیں کچھ اور کہتی ہیں۔ کتاب مقدس میں لکھا ہے: ''خداوند نے مجھے فرمایا جا اُس عورت سے جو اپنے یار کی پیاری اور بدکار ہے محبت رکھ''، کلام مقدس میں الفاظ یوں ہیں: ''اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ جا اور اس عورت سے پھر محبت رکھ جو کسی اور کی محبوبہ ہو کر زنا کرتی ہے۔''

اور نیو اردو بائبل ورژن یہ لکھا ہے: ''خداوند نے مجھ سے کہا، جا اور اپنی بیوی سے پھر محبت جتا حالاں کہ وہ کسی اور کی محبوبہ ہے اور زانیہ ہے۔''

اِن عبارات میں کئی بہت اہم اور واضح اختلافات ہیں۔ انگریزی بائبل کے مطابق مذکورہ عورت شادی شدہ اور زوج والی ہے۔ کتاب مقدس کی عبارت سے یہ علم نہیں ہوتا کہ وہ شادی شدہ ہے کہ نہیں۔ ہاں اس سے ایک یہ علم ضرور ہوتا ہے کہ وہ یار کی پیاری ہے اور بدکارہ ہے اور دوسرا یہ کہ حکم خداوندی کے مطابق ہوسیع پہلی بار اس سے محبت کریں گے۔ کلام مقدس کے الفاظ سے اس عورت کے شادی شدہ ہونے کا علم نہیں ہوتا لیکن یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ کسی زانی کی محبوبہ بنی ہوئی ہے اور یہ کہ ہوسیع کو 'پھر محبت' رکھنے کا حکم ملا ہے یعنی ہوسیع نے پہلے بھی اُس سے محبت کی ہوگی مگر وہ بے وفائی کی بھینٹ چڑھ گئی۔ لہٰذا اب دوبارہ محبت رکھنے کا حکم ملا ہے۔ نیو اردو بائبل ورژن کی تو بات ہی اور ہے۔ یہ واضح طور پر بتاتی ہے کہ وہ عورت ہوسیع کی بیوی تھی مگر اس نے کسی اور سے محبت کی اور زنا کار بن گئی۔ اس وجہ سے ہوسیع نے بھی اس سے محبت ترک کر دی ہوگی۔ مگر خداوند کا حکم ہو رہا ہے کہ ہوسیع اپنی اسی سابقہ بیوی سے دوبارہ محبت کرے۔ کون سی کون سی بائبل کے عیسائی مترجمین 'کلام خدا' کو بگاڑ رہے ہیں اور کیوں؟ سعیدی

۱۷۔ چناں چہ تعداد اُن کی حسب ذیل ہے: اوّل میکل بنت ساؤل بادشاہ جس کے نکاح کا حال سموئیل اول ۱۸: ۲۷ میں ہے۔ دوم ابی جیل جو پہلے نابال کی بیوی تھی۔ سوم اخینوعم جو یزرعیل کی تھی۔ ان کے نکاح کا حال ۱۔ سموئیل ۲۵: ۴۰۔ ۴۳ میں ہے۔ چہارم معکہ، پنجم حجیت۔ ششم ابی طال۔ ہفتم عجلاہ جن کا نکاح ۲۔ سموئیل ۳: ۲ میں درج ہے۔ ہشتم بت سبع دختر العام جو پہلے اوریا کی زوجہ تھی پھر داؤد علیہ السلام کے نکاح میں آئی جس کا حال ۲۔ سموئیل ۱۱: ۲۷ میں ہے۔ نہم شونمیت ابی شاگ یہ عورت نہایت حسین اور شکیلہ تھی مگر بہ باعث ضعف اور پیری کے داؤد علیہ السلام اس سے صحبت نہ کر سکے جس کا حال مفصل کتاب ۱۔ سلاطین ۱: ۱۔ ۴ میں مرقوم ہے۔ علاوہ اس کے سموئیل دوم باب ۵ ورس ۱۳ میں لکھا ہے: سو حبرون سے چلے آنے کے بعد داؤد نے یروشلیم سے اور حرمیں رکھ لیں اور بیویاں کیں اور داؤد کے ہاں اور بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

پس اِس سے ظاہر ہے کہ سوا ان نو کے اور بہت سی عورتیں داؤد کی تھیں۔ چناں چہ اِس واسطے اہل اسلام کے نزدیک حضرت داؤد کی سو جورو مسلّم ہے۔ فقیر محمد عفی عنہ

۱۸- زبور ۱۸: ۲۱-۲۴ (کتاب مقدس)۔

۱۹- ۲۔ سموئیل ۲۲: ۲۱-۲۴: اس جگہ ۲۔ سموئیل ۲۲: ۲۱-۲۴ کی عبارت کو اصل کتاب میں 'اس لیے' سے شروع کیا گیا ہے اور 'کامل رہا' پر اقتباس ختم کر دیا گیا ہے۔ جب کہ موجودہ 'کتاب مقدس' میں ''اس لیے کہ وہ مجھ سے خوش تھا'' ورس نمبر ۲۰ کا آخری حصہ ہے اور موجودہ 'کتاب مقدس' میں یہاں ورس نمبر ۲۴ کا آخری حصہ ''اور اپنی بدکاری سے باز رہا'' ہے۔ اللہ اعلم بالصواب کہ یہاں حافظ صاحب سے سہو ہو گیا یا موجودہ 'کتاب مقدس' کے مترجمین نے یہاں تبدیلی کی ہے۔ سعیدی

۲۰- ۱۔ سلاطین ۱۴: ۸ (کتاب مقدس)۔

۲۱- ان دو پیغمبروں کے علاوہ کئی اور انبیائے کرام نے بھی بہت سی عورتیں کی ہیں۔ چناں چہ حضرت ابراہیم کے ہاں تین عورتیں تھیں۔ ایک سارہ، دوم ہاجرہ، سوم قطورہ۔ جن کے نکاح کا حال پیدائش ۱۶: ۱-۳؛ ۲۵: ۱ اور ۲۹: ۱۹ میں موجود ہے۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار عورتیں تھیں۔ ایک راحیل بنت لابن جو نہایت حسین اور نازک اندام تھیں جس پر یعقوب علیہ السلام عاشق ہو گئے۔ اُسے لینے کے لیے ۱۴ سال اس کے باپ کی خدمت کی تھی۔ دوم لیاہ جو ہمشیرہ راحیل کی تھی۔ سوم بلہاہ راحیل کی کنیز۔ چہارم زلفا لیاہ کی کنیز۔ چناں چہ ان کے نکاح کا حال پیدائش کے باب ۲۹ اور ۳۱ میں درج ہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی دو عورتیں تھیں۔ ایک صفورہ دوم زن حبشیہ جن کے نکاح کا حال کتاب خروج کے باب ۲ اور کتاب گنتی کے باب ۱۲ میں ہے۔ اور جدعون جس کی نبوت اور پاکیزگی کا حال کتاب قضاۃ کے باب ۶ و ۷ میں ہے۔ اسی کتاب کے باب ۸ ورس ۳۰ میں لکھا ہے اور جدعون کے ۷۰ بیٹے تھے جو اس کے صلب سے پیدا ہوئے تھے کیوں کہ اس کی بیویاں بہت تھیں۔ فقیر محمد عفی عنہ

۲۲ ۱۔ سلاطین ۱۱: ۳۔ کتاب مقدس میں لفظ 'آزاد' کی بجائے 'شاہزادیاں' ہے۔ سعیدی

۲۳- ۱۔ سلاطین ۶: ۱۱ (کتاب مقدس)۔ ۲۴- ۲۔ تواریخ ۷: ۱۱-۱۲ (کتاب مقدس)۔

۲۵- ۱۔ تواریخ ۲۸: ۵-۷ (کتاب مقدس)؛ مزید دیکھیے: ۱۔ تواریخ ۱۷: ۱۳؛ ۲۲: ۱۰؛ ۲۔ سموئیل ۷: ۱۴۔

۲۶- انبیا تو بشر تھے۔ اگر اُنھوں نے خدا کے حکم سے بہت سی عورتیں کیں تو کیا تعجب ہے؟ حضرت مسیح کو نہیں دیکھتے جو عیسائیوں کے خدا ہیں اور مجسم ہو کر چند روز کے لیے ان کے زعم میں محض کفارہ ہونے کے واسطے دنیا میں آئے تھے۔ اگر چہ انھوں نے نکاح تو کوئی نہیں کیا مگر عورتوں کو انھوں نے بھی پسند کیا ہے اور اپنی خدمت میں ان کو رکھا اور ان کے مال سے فائدہ اٹھایا بلکہ بعض سے محبت بھی کی ہے۔ چناں چہ ماہرین اناجیل پر پوشیدہ نہیں مگر بہ طور نمونہ چند ورسوں کا حوالہ دیا جاتا ہے: انجیل لوقا ۸: ۱-۴ تک: وہ شہر بشہر اور گاؤں بہ گاؤں جا کر منادی کرتا اور خدا کی بادشاہت کی خوش خبری دیتا تھا اور وہ بارہ اس کے ساتھ تھے۔ اور نیز کتنی عورتیں جو بدروحوں اور بیماریوں

سے چنگی ہوئی تھیں اور بہتیری جو اپنے مال سے اس کی خدمت کرتی تھیں۔

انجیل یوحنا ۱۱:۵ یسوع مرتھا کو اور اس کی بہن اور العاذر کو پیار کرتا تھا۔ انتہٰی۔

دیکھو! اجنبی عورتوں سے خدمت کرانی اور ان کے مال سے فائدہ اُٹھانا اور ان سے محبت رکھنا کس شریعت میں درست ہے۔ فقیر محمد عفی عنہ

۲۷- بیضاوی کی وہ روایت جسے آج کل کے نئے عیسائی اپنی کج فہمی، سوئے ظنی اور مفسر کے مطلب کو سمجھے بغیر طرح طرح کے نتیجے نکال کر بازاروں میں شور مچایا کرتے ہیں بالکل معتبر نہیں کیوں کہ جمہور محققین کے نزدیک وہ روایت کسی طرح ثبوت کو نہیں پہنچی ہے۔ چناں چہ زبدۃ المحققین عمدۃ المحدثین حضرت شیخ عبدالحق صاحب نے ''مدارج النبوۃ'' میں لکھا ہے کہ جن مفسروں نے اس روایت کو بیان کیا ہے اُنھوں نے صریحاً لغزش کھائی ہے کیوں کہ وہ محققین کے نزدیک ہرگز ثابت نہیں ہوئی۔

اور ''تفسیر احمدی'' میں لکھا ہے کہ امام زاہد نے بھی تفسیر زاہدی میں اس رویت کا بڑا انکار کیا ہے اور قاضی عیاض صاحب نے بھی اپنی کتاب شفا میں اس روایت کا انکار کیا ہے۔ غرضے کہ جمہور کے خلاف ایک دو شخص کی روایت لائق اعتبار نہیں۔ چناں چہ یہ امر خود پانی پتی صاحب کے نزدیک بھی مسلّم ہے جیسا کہ ان کی کتاب ''ہدایۃ المسلمین'' کے صفحہ ۶۰ میں مصرح ہے۔ فقیر محمد عفی عنہ

۲۸- دیکھیے سورۃ الاحزاب: ۴۰.

۲۹- پیدائش ۲۰:۱۲. ۳۰- احبار ۱۸:۹، ۱۸.

۳۱- ہوسیع ۱:۲؛ ۳:۱۔ ان درسوں پر ایک مفصل حاشیہ اسی فصل کے گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔ سعیدی

۳۲- اِس کے علاوہ کتاب یسعیاہ ۲۰:۱-۵ میں خدا تعالیٰ حضرت یسعیاہ کی صفت میں فرماتے ہیں کہ وہ میرا بندہ میرے حکم سے تین برس تک برہنہ بدن پھرتا رہا۔

پھر کتاب حزقی ایل ۴:۹-۱۳ میں خدا تعالیٰ حزقی ایل کو فرماتے ہیں کہ تو آدمی کے گوہ [نجاست، براز] سے روٹی پکا کر کھایا کر۔

سبحان اللہ جب ایسے ایسے احکام الٰہی عیسائیوں کی کتب الہامیہ میں موجود ہیں جو بالکل عرف میں قبیح اور بُرے سمجھے جاتے ہیں بلکہ ننگا پھرنا تو آج کل جرم میں داخل ہے کچھ حاجت بیان کی نہیں۔ پھر کس منہ سے مسلمانوں پر بے فائدہ طعن کرسکتے ہیں۔ اپنی طرف خیال کر کے بالکل نہیں شرماتے۔ سچ ہے عقل چہ کتی است کہ پیش مردان بباید۔ فقیر محمد عفی عنہ

۳۳- سورۃ التحریم: ۱. ۳۴- دیکھیے: خروج ۳۲:۱۰-۴۰.

۳۵- دیکھیے: یرمیا ۴۲:۱۰. ۳۶- دیکھیے: گنتی ۱۴:۲۹-۳۵.

۳۷- دیکھیے: متی ۱۵:۲۴-۲۸. ۳۸- دیکھیے: اعمال ۱۰:۱۱.

خاتمۃ الکتاب

اِس خاتمہ میں چند امور ہیں:۔

امرِ اوّل: یہ امر قرآن شریف کے کلامِ اِلٰہی ہونے کے ثبوت میں ہے۔ اس کے بہت سے دلائل ہیں۔ جسے تفصیل مطلوب ہو وہ جناب مولوی محمد رحمت اللہ صاحب [م ۱۸۹۱ء] کی عربی زبان میں تصنیف ''اِظْہَارُ الْحَق'' کا مطالعہ کرے۔ مگر یہاں چند دلائل کا بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں:۔

دلیل اول: قرآن شریف فصاحت اور بلاغت میں ایسے درجے پر ہے کہ جس کے آگے تمام بُلَغا کی بلاغت قاصر ہے۔ بلاغت کا معنی ہے مقام کی مناسبت سے عجیب لفظ لانا جس میں زیادتی اور نقصان نہ پایا جائے۔ اور قرآن کا ایسے درجہ پر ہونا کئی وجہ سے ثابت ہے۔

پہلی یہ کہ فصاحت عرب کے مشاہدات میں ہے جیسا کہ گھوڑی کی صفت یا لونڈی یا عورت یا بادشاہ یا لڑائی یا نیزہ بازی یا لوٹ وغیرہ کی؛ ایسی ہی فصاحت عجم کی بھی ہے خواہ شاعر ہوں خواہ نثر نگار؛ اور ایسی چیزوں میں فصاحت بلاغت کا پایا جانا بہت آسان ہے کیوں کہ اکثر آدمیوں کی طبیعت ایسی چیزوں کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ پہلے زمانہ میں بھی ہر وقت اور ہر ملک میں شعرا اور نثر نگاروں نے مذکورہ اَشیا کے بیان میں نئے نئے مضامین اور طرح طرح کے لطیفے اور نکتے نکالے۔ اَب متاخرین میں سے اگر کوئی تیز ذہن آدمی اِن چیزوں میں سے کسی کی صفت میں کچھ بیان کرنا یا لکھنا چاہے تو انھیں متقدمین کے کلام میں سے لے کر فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان کرسکتا ہے۔ قرآن شریف اِن مذکورہ اَشیا سے کچھ خصوصیت نہیں رکھتا۔

دوسرے یہ کہ شعر میں اکثر جھوٹ بولنے کا اِتفاق پڑ جاتا ہے اور قرآن شریف میں نہایت صدق کی رعایت رکھی گئی ہے۔

تیسرے یہ کہ ایک فصیح انسان ایک بیت یا ایک قصیدہ بڑی مشقت سے کہہ سکتا۔ جب اُسے ایک مدت گذر جائے تو فصاحت بھی کم ہوتی جاتی ہے۔ قرآن شریف کو اِنصاف سے دیکھنا

چاہیے کہ باوجود اتنی ضخامت کے جس طریق سے اوّل میں بنیادِ فصاحت رکھی گئی ہے اخیر تک ویسی ہی قائم ہے۔

چوتھے یہ کہ اگر ایک بات کو دوبارہ کہا جائے تو اوّل جیسا لطف نہیں رہتا حالاں کہ قرآن شریف میں پیغمبروں کے قصے کئی کئی بار بیان ہوئے ہیں مگر لطف ویسا ہی باقی رہا ہے۔

پانچویں یہ کہ قرآن شریف میں جابجا عبادت کرنے، گناہ سے بچنے، خیالِ آخرت اور ترکِ دُنیا کا حکم ہے۔ حالاں کہ ایسے اُمور میں فصاحت کا پورے درجہ پر لانا مشکل ہے اور اگر کسی فصیح شاعر کو کہا جائے کہ آٹھ دس مسئلے فصاحت سے لکھے تو ممکن نہیں کہ قواعد فصاحت کے بہ موجب کہہ سکے۔

چھٹے یہ کہ ایک شاعر ایک فن میں مہارت رکھ سکتا ہے اگر دوسرا امر اس کے پاس ذکر کیا جائے تو اس کا عجز ظاہر ہو جاتا ہے۔ چناں چہ عرب کے شاعروں میں سے امرؤ القیس کا کلام عورتوں کے ذکر، گھوڑوں کے وصف میں، نالہ کے خوف میں، زجر کی رغبت اور اُمید میں اچھا ہے۔ حالاں کہ قرآن شریف میں بندش ایک امر کی نہیں۔

دلیل دوم: قرآن شریف میں اَخبارِ غیب بہت بیان ہوئے ہیں اور اُن کا وقوع قرآن شریف کے حکم کے مطابق ہوتا رہا ہے۔ چناں چہ اَخبارِ غیب کی تفصیل کتاب ''تصدیق المسیح'' میں مفصل موجود ہے۔ طالبانِ حق اُسے دیکھ لیں۔

دلیل سوم: قرآن شریف میں اگلے انبیا کی خبریں مفصل درج ہیں، حالاں کہ آں حضرت ﷺ نے عمر بھر کسی شخص سے علم حاصل نہیں کیا۔ [۱] پس اِس سے ثابت ہوا کہ یہ یقیناً تعلیم اِلٰہی ہے۔

دلیل چھارم: قرآن شریف میں معارفِ جزئیہ اور علومِ کلیہ کا بیان ہے۔ جیسا کہ بیان علم شرائع اور عقلی دلائل سے خبردار کرنا، سِیَر، وعظ اور آخرت کی خبریں۔ خلاصہ یہ کہ علم یا تو دینی ہوتا ہے یا غیر دینی۔ اِس میں شک نہیں کہ پہلے کی شان اور مرتبہ دُوسروں سے عظیم اور رفیع ہے۔ پھر دینی علم یا تو عقائد اور ادیان کا علم ہے یا اعمال کا علم۔ علم عقائد اور ادیان میں خدا کی معرفت اور خدا کے فرشتوں، پیغمبروں اور کتابوں کی شناخت کا بیان ہوتا ہے۔ خدا کی معرفت کے معنی ہیں اُس کی ذات کو پہچاننا، اس کی صفات کو جاننا اور نام اور احکام کا معلوم کرنا۔ غیر متعصب آدمی دیکھ لے کہ قرآن شریف میں مذکورہ اُمور کا بیان کس خوبی سے ہوتا ہے۔

اور علم اعمال میں یا تو ایسے احکامات کا ذکر ہوتا ہے جو آدمی کے ظاہر یا باطن کی صفائی اور ریاضتِ دِلی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اوّل الذکر کے لیے علم فقہ کو دیکھ لیں کہ جس کا اِستخراج محض قرآن اور حدیث سے ہوا ہے کہ کس عمدگی سے اِس میں مُشرّح ہوا ہے۔ رہا ثانی الذکر تو یہ کلام الٰہی میں بہت اچھی طرح وضاحت کے ساتھ مذکور ہوا ہے۔ چناں چہ چند آیات جو تصفیہ دِل سے متعلق ہیں بہ طور مثال اور نمونہ لکھتا ہوں:۔

۱- خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ۔[۲]

''گناہ گاروں کی تقصیرات معاف کرنا اِختیار کرو اور اچھے کام کا حکم کرو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو!''

۲- اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ۔[۳]

''بے شک اللہ حکم فرماتا ہے اِنصاف اور نیکی کرنے کا اور رشتہ داروں کو دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بُرائی اور سرکشی سے۔''

۳- وَ لَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ وَ مَا يُلَقّٰهَا اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ مَا يُلَقّٰهَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ۔[۴]

''نیکی اور بدی برابر نہیں، اے سننے والے! برائی کو بہترین طریقے سے ٹال تو اس وقت وہ شخص جس کے اور آپ کے درمیان دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست۔ اور یہ خوبی نہیں دی جاتی مگر صابروں کو اور اسے نہیں پاتا مگر بڑے نصیب والا۔''

۴- اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔[۵]

''اپنے رب کے راستہ کی طرف بلایئے حکمت اور اچھی نصیحت ساتھ۔''

۵- قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ۔[۶]

''بے شک ایمان والے کام یاب ہوئے جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں اور جو نکمی باتوں سے منہ پھیر لیتے ہیں اور جو زکوۃ دیتے ہیں اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی (منکوحہ) بیویوں یا (مملوکہ) باندیوں پر، تو بے شک (اُس میں) اُن پر کوئی ملامت نہیں۔ پھر جو اس (منکوحہ اور مملوکہ) کے سوا (کسی اور کو) طلب کرے تو وہی لوگ (اللہ کی مقرر کی ہوئی) حد سے بڑھنے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں۔''

٦- قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا۔[٧]

''بے شک کام یاب ہوا جس نے اسے پاک کیا۔''

٧- وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔[٨]

''اور تم میں سے ایک گروہ ایسے لوگوں کا ہونا چاہیے کہ وہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی اپنی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔''

٨- وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا۔[٩]

''اور زمین میں اکڑتے ہوئے نہ چلو!''

٩- وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔[١٠]

''اور رحمٰن کے (خاص) بندے (وہ ہیں) جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل اُن سے بات کرتے ہیں تو وہ کہ دیتے ہیں بس سلام۔''

١٠- وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۔[١١]

''اور جب بے ہودہ مشغلے پر گزریں تو بزرگی کے ساتھ گزر جائیں۔

امر دوم: جاہل کرسچن کہا کرتے ہیں کہ سب کام محمد ﷺ سے پہلے آنے والے پیغمبر کر چکے تھے یعنی صفاتِ الٰہی اور خبر قیامت وغیرہ بتلا چکے تھے۔ محمد ﷺ کون سی نئی بات لائے؟ جو تفصیل ان اُمور یعنی بعثت آں حضرت ﷺ سے متعلق ہے اس مختصر رسالہ میں نہیں سما سکتی۔ بہ طور نمونہ بیان کیا جاتا ہے۔

آں حضرت ﷺ کی بعثت کے وقت خلقتِ خدا کے غالباً چار گروہ تھے: بت پرست، آتش پرست، یہودی اور عیسائی۔ پہلے دو گروہ پرستشِ خدا سے پھرے ہوئے تھے بلکہ صانع کا اِنکار بھی کرتے تھے۔ اِنکار تو بجائے خود بسا اَوقات ہتک بھی کرتے تھے۔ جیسا کہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور اِعتقاد رکھتے کہ خدا کو مردہ زندہ کرنے کی قدرت نہیں۔ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایسی ہتک کرتے جس سے اِن کی کمال نالیاقتی سمجھی جاتی۔ مثلاً حضرت مریم کو جو ایک پاک عورت تھیں اُن کی طرف نسبتِ زِنا کرتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہونا۔ معاذ اللہ۔ اِسی فعل شنیع سے سمجھتے تھے اور عیسائی کمال نادانی سے حضرت عیسیٰ جیسے مقبول پیغمبر کو خدا کا بیٹا کہتے اور کبھی اُن کو لعنتی بھی سمجھ لیتے تھے۔

ایسی حالت میں حق جل وعلا نے ایسے نبی عظیم الشان کو مذکورہ فرقوں سے آگاہی کے لیے خلقت میں بھیجا تا کہ خلق سے عبادت صرف اُسی مالک الملک کی کرائیں اور اُس کی عظمت اور قدرت اُن کے دلوں میں جما دیں۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا کہ بے شمار بت پرست و آتش پرست آگ اور بتوں کو چھوڑ کر اَب دل سے عبادت اُس واحد کی کرنے لگے اور برہانِ قاطع سے یہود پر عصمتِ مریم اور نبوت مسیح علیہ السلام کی ثابت کر دی گئی۔ یہودی جب اِسلام میں داخل ہوئے تو پہلے اُنھیں بھی سکھایا گیا کہ مسیح علیہ السلام کو سچا نبی سمجھو۔ اور عیسائیوں کے جوق در جوق اُس زمانے سے آج تک بہ سبب نورِ قرآن اور ظلمت تثلیث سے بھاگتے چلے آتے ہیں اور شجرِ توحید سے اِعتقاد کا ثمرہ کھاتے ہیں۔ جائے انصاف ہے کہ ایسا فائدہ کسی نبی کے ظاہر ہونے سے وقوع میں نہیں آیا تھا۔ خلاصہ یہ کہ ﷺ نے ہی مسیح علیہ السلام کو تہمت سے بچایا۔ ہم اُمید رکھتے ہیں کہ ہمارے اِعتقاد کے مطابق جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو ضرور اس کا شکریہ اَدا کریں گے۔ عیسائیوں کو بھی اِس اِحسانِ عظیم کا ضرور ممنون ہونا چاہیے۔

امر سوم: اکثر عیسائی ناواقف مسلمانوں کو کہا کرتے ہیں کہ تم دائمی عذاب سے کیوں کر بچو گے؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے قرآن شریف میں قطعی حکم ہے کہ شرک کرنے والوں کو نہیں بخشا جائے گا اور اِس کے سوا جس کو اللہ چاہے گا بخش دے گا۔ چناں چہ وہ آیت یہ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ [۱۲]

پھر یہ بھی حکم قرآن شریف میں دیا گیا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۔[۱۳]

''اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔''

پس ان آیات سے ثابت ہوا کہ سوا شرک کے بہ سبب پیروی نبی آخر الزمان کے خدا تعالیٰ اپنی محبت والوں کو بخش دے گا اور اگر وہ نیکی کریں گے تو گناہ دور ہو جائیں گے۔ چناں چہ قرآن شریف میں ہے:

اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ۔[۱۴]

''بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔''

بسا اوقات پیغمبر ﷺ سے صرف محبت کرنے سے عمر بھر کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ جیسا کہ انجیل لوقا میں لکھا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بدکارہ عورت نے بہت سا عطر کہ اسی فعل سے حاصل کیا ہوا تھا لے کر مسیح علیہ السلام کے پاؤں پر ڈال دیا اور پاؤں کو دھو ڈالا۔ جس کے عوض میں جناب موصوف نے اس عورت کو فرمایا کہ تیرے تمام گناہ بخشے گئے اور سبب یہی بیان کیا کہ اس نے مجھ سے محبت کی۔[۱۵]

پس جب ایک مرتبہ پاؤں کے دھونے سے عمر بھر کی بدکاری بخشی گئی تو اس صورت میں اہل اسلام بہ طریق اَولیٰ مستحق بخشش ہیں۔ اس لیے کہ وہ تہ دل سے محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کی آل اور اصحاب اور باقی پیغمبروں کو دوست رکھتے ہیں اور اس بات سے بھی ایمان کو پورا کرتے ہیں کہ ہم ہمیشہ خدا اور رسول ﷺ کو اپنا محبوب سمجھیں تا کہ قیامت کے دن ہمارے نبی آخر الزمان خدا کے رُو بہ رُو شفاعت کریں اور ہمیں اپنی جنت میں لے جائیں۔

امر چہارم: یہودی سمجھتے تھے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے سوا اور بھی ویسا ہی آنے والا ہے۔ چناں چہ انجیل یوحنا میں یہ مضمون ہے کہ انھوں نے یحییٰ سے پوچھا کیا تو ایلیا ہے؟ کہا: نہیں۔ پھر کہا کہ تو مسیح ہے؟ جواب دیا کہ نہیں۔ سوال کیا گیا کہ کیا تو وہ نبی ہے؟ فرمایا کہ وہ بھی نہیں تھے۔[۱۶] پھر اسی کتاب میں لکھا ہے کہ جب یہودیوں نے مسیح علیہ السلام کے عجب کام دیکھے تو بعض نے کہا کہ یہ مسیح ہے۔ بعض کا مقولہ تھا کہ یہ وہ نبی ہے۔[۱۷]

وہ نبی موعود متکلم اور مخاطب کے ذہن میں ہوا اور ایسا محاورہ وہاں بولا جاتا ہے جب دونوں

کو مشارٌ اِلیہ کی تعیین معلوم ہو۔ پس ثابت ہوا کہ مسیح کے سوا کسی اور مُعیّن نبی کا انتظار تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ جناب مسیح کے بعد کوئی ایسا نبی ہوا ہے یا نہیں؟ اگر ہوا ہے تو عیسائیوں کو چاہیے کہ ایسے نبی کی پیروی کریں۔ اگر اس نبی مشار اِلیہ کے ہونے سے اِنکار ہے تو عیسائیوں پر لازم ہے کہ اِس بات کو ثابت کریں کہ وہ نبی فلاں زمانے میں ہوا۔ ورنہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تکذیب ثابت ہوگی کہ اُنھوں نے یہودیوں کے جواب میں کہا تھا کہ مَیں وہ نبی بھی نہیں ہوں۔ اگر اُس نبی کا وجود ہی نہ ہوتا تو ایسا کیوں فرماتے؟ بلکہ یوں کہہ دیتے کہ وہ کون نبی ہے جسے تم پوچھتے ہو؟

امر پنجم: بدکاروں کو تنبیہ کرنا توراۃ وغیرہ اِلہامی کتب سے ثابت ہے اور حضرت موسیٰ و یوشع و داؤد علیہم السلام نے حکم خدا سے تنبیہِ مشرکین وغیرہ میں کامل کوشش کی۔ چناں چہ جناب پولوس صاحب اِس کام کے سبب سے اُن کی کمال مدح کرتے ہیں۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اِس امر میں طعن کرنا دین داروں کا کام نہیں۔ البتہ یوں کہیں تو بجا ہے کہ خاتم النبیین نے اِس کام کو جیسا چاہیے تھا ویسا پورا کیا۔

امر ششم: جب تک عیسائی اِعتقادِ تثلیث سے باز نہیں آتے جو کہ توراۃ و زبور و دیگر صحف کے بالکل مخالف ہے بلکہ انجیل کے بھی کئی ایک مقام سے صریحاً مخالف ہے اور پولوسیوں نے خواہ مخواہ چند ورسیں جمع کر کے یہ عقیدہ اِختراع کیا ہے حالاں کہ اُن کے معنی کسی طرح تثلیث پر دلالت نہیں کرتے تو دوسرے کے مذہب کے اُصول پر ناحق اِعتراض نہ کریں۔ اس لیے کہ کوئی اُصول مسلمانوں کا تثلیث سے ابتر نہ ہوگا۔ [۱۸]

امر ہفتم: عیسائی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ کام ثابت کریں جو مخلِ نبوت ہیں کہ جن کو کسی سابق نبی نے نہ کیا ہو۔

امر ہشتم: عیسائی قرآن شریف پر اِعتراض کرتے ہیں حالاں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا ثبوت سوا قرآن کے کسی اور دلیل سے نہیں ہوسکتا۔ جہاں تک اناجیل مروّجہ کا تعلق ہے جن کا کوئی ثبوت نہیں کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں لاچار پادری کہہ دیتے ہیں کہ قرآن میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر تھے۔ بے شک قرآن میں حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت ثابت ہے مگر یہ بھی لکھا ہے کہ وہ رسالتِ محمد کے اِقراری تھے۔ پس اگر قرآن کی پہلی بات مسلّم ہے تو دوسری بھی قبول کرو، ورنہ حقیقتِ اناجیل میں قرآن شریف کے سوا دلائل عقلی یا نقلی پیش کریں۔

چار سال کا عرصہ ہوا ہے کہ میرے دوست منشی عبداللہ آتھم صاحب نے اس بات کا ذمہ بہ

شرط فرصت لیا تھا۔ مگر شاید ابھی تک فارغ نہیں ہوئے۔ اگر اور کوئی صاحب فرصت رکھتا ہے تو اناجیل مروجہ کا کلامِ الٰہی ہونا ثابت کردے۔

امرنہم: کتبِ الہامی کا صحیح صحیح ایک ترجمہ چھاپ دیں بہ شرطے کہ اُس پر یہ بھی لکھا ہو کہ یہ ترجمہ موافق اصل ہے تاکہ بہ وقتِ عجز مترجم کی شامت نہ آئے۔ مَیں حیران ہوں کہ مترجمین عمداً غلطی کرتے ہیں یا سہواً؟ بر تقدیر اول مستحق ثواب ہیں یا عذاب؟ اور بر تقدیر ثانی اُس وقت روح القدس کہاں چلا جاتا ہے جس کے وہ اقراری ہیں کہ وہ ہمیشہ ہمارے ساتھ ہے اور غلط ترجموں کو کیوں بازاروں میں تقسیم کرتے ہیں؟

امردہم: ایک ٹکڑا روٹی کا شراب میں ملا کر کھا جاتے ہیں اور خوشی سے فرماتے ہیں کہ اے خدا! ہم نے تیرے مسیح کا گوشت کھایا اور خون پیا ہے۔ ہم پر راضی ہو! اِنصاف سے کہہ دیں کہ خون دوست پیتے ہیں یا دشمن؟[۱۹] غرض آپ خون پینے والے ہیں اور ہم اس خون سے منع کرتے ہیں۔ جنابِ مسیح کے دوست آپ ہوئے یا ہم؟

امریازدہم: پادری صاحب تصانیف عمادالدین وصفدر علی پر بہت نازاں ہیں۔ مگر مناسب تھا کہ ایک بار دونوں صاحبوں کو رُو بہ رُو چند علمائے اِسلام پیش کر کے مباحثہ تو کراتے تاکہ صداقت حوالہ جات کتبِ اِسلام جو اُنھوں نے لکھے ہیں ظاہر ہو جاتی۔ ''تحقیق الایمان'' وغیرہ کے رد کئی بن چکے ہیں جو راقم کی نظر سے بھی گزرے ہیں۔ من جملہ اُن کے ایک جواب تو مسمّی بہ ''تریاق المسموم'' مؤلفہ مولوی الطاف حسین صاحب سیّد المطابع دہلی میں چھپ گیا ہے۔ دوسرا جواب اس کا راقم نے مسمّیٰ بہ ''**صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیطان فی ردّ تحقیق الایمان**'' لکھا ہے جو ۱۲۸۹ ہجری مطبع مصطفائی لاہور میں چھپا ہے۔

''ھدایت المسلمین'' بھی میرے مطالعہ سے گزری ہے۔ جس مطلب کے واسطے ''اِعجازِ عیسوی'' تصنیف ہوئی تھی۔ پانی پتی صاحب نے اُس کو بہت ہاتھ پاؤں مارنے کے بعد آخر کار تصدیق کر لیا ہے۔ اگرچہ بہت سے مقامات پر اپنے خیالات سے ٹالنا چاہا ہے مگر عاقل سمجھ گئے ہیں کہ اِعتراضات مذکور ایسی تاویلات سے دُور نہیں ہو سکتے۔ البتہ بہت سی گالیاں قرآن واحادیث اور ہمارے پیغمبر ﷺ کو بہ موجب كُلُّ اِنَاءٍ يَتَرَشَّحُ بِمَا فِيْهِ [ہر برتن اسی چیز کو باہر نکالتا ہے جو اس میں ہوتی ہے] کے دی ہیں۔ اس کا بدلہ خدا احکم الحاکمین سے قیامت کو پائیں

گے۔ یہ واضح رہے کہ قرآن شریف میں حضرت مریم وانبیا علیہم السلام کی راست بازی وعفت ثابت کی گئی ہے اور وہ تہمتیں کہ یہودی دیتے تھے اس سے بہ خوبی اُن کی بریت کی گئی ہے۔ پس اس صورت میں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اِحسان کرنے والے تھے۔ پھر مستحق دشنام کیوں اور کیسے ہوئے؟ وہ مثل راست آئی نیکی برباد گناہ لازم۔

امر دوازدہم: رِسالہ ہٰذا میں کوئی لفظ مخالف قانون سرکار ذوِی الاقتدار انگلشیہ کے نہیں ہے۔ مَیں نے اِس اَمر کا اِلتزام کرلیا ہے۔ اگر کوئی مسلمان بھائی بھی اِس فن میں رسالہ تصنیف کرے تو کتبِ قانون کا لحاظ بھی مدِ نظر رکھے کیوں کہ تحقیقات سے سرکار کچھ منع نہیں کرتی۔ البتہ فساد کرنے سے ناراض ہوتی ہے۔

امر سیزدہم: آباء واَجداد کی اَندھی تقلید اور اُن کے سخن کا ناجائز لحاظ نہیں ہونا چاہیے بلکہ صحیح امر کی تابع فرمانی مدِ نظر ہونی چاہیے۔ اِسی طرح قبولِ حق میں مذہبی تعصب کو بھی کوئی اہمیت نہیں دینی چاہیے۔ احکم الحاکمین اپنی رحمت سے سیدھی راہ پر چلائے اور ضلالت کی وادی سے بہ توفیق اَزلی نجات دے اور تخمِ محبتِ رسول اللہ ہر ایک کے دل میں بودے بحرمة النبیّ و اٰلہ الامجاد۔

و اخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العالمین و الصلٰوۃ و السلام علٰی رسولہٖ محمّد و اٰلہٖ و اصحابہٖ و اھل بیتہٖ و عترتہٖ اجمعین.

۱- چناں چہ اس کی تصدیق خود قرآن کی اِس آیت کریمہ میں ہے:
وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ. (پارہ:۲۰ سورۃ العنکبوت:۴۸)
یعنی اور اس سے پہلے آپ کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ ہی اُسے اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔
پانی پتی صاحب نے اپنی تحقیق میں بہتان تو لگایا ہے کہ حضرت ایک عیسائی غلام سے تعلیم پاتے تھے مگر اس انصاف دشمن کو اتنی سمجھ نہیں ہے کہ جابجا قرآن شریف میں تثلیث کی قباحتیں اور کفارہ کا بطلان درج ہے۔ کیا وہ عیسائی اپنے ہی اُصول کا بطلان درج کراتا تھا؟ اگر آپ لوتھر کی مانند دشمنِ اِنسان سے سبق لے کر کہہ دیں کہ بے شک اس عیسائی سے انجیل کی تعلیم پاتے تھے مگر ہمارے اصول کی قباحت از خود بیان کرتے تھے۔ مَیں کہتا ہوں کہ جس صورت میں عیسائی لوگ عمر بھر آں حضرت سے مناظرے کرتے رہے بلکہ مباہلہ تک نوبت پہنچادی پھر کس لیے اس بات کو اُنھوں نے ظاہر نہ کیا؟ بلکہ ان کو صرف اتنا ہی کفایت کرتا تھا کہ اس غلام کو تعلیم سے روک دیتے یا رُو بہ رو اس کا مقابلہ کراتے۔ سچ ہے دھوکہ دینا دین داروں کا کام نہیں۔ فقیر محمد عفی عنہ

۲- سورۃ الاعراف:۱۹۹.
۳- سورۃ النحل:۹۰.
۴- سورۃ حم السجدۃ/فصلت:۳۴،۳۵.
۵- سورۃ النحل:۱۲۵.
۶- سورۃ المومنون:۱۔۸.
۷- سورۃ الشمس:۹.
۸- آل عمران:۱۰۴.
۹- سورۃ الاسراء:۳۷.
۱۰- سورۃ الفرقان:۶۳.
۱۱- سورۃ الفرقان:۷۲.
۱۲- النساء:۴۸،۱۱۶.
۱۳- آل عمران:۳۱.
۱۴- سورۃ ھود:۱۱۴.
۱۵- لوقا۷:۳۷۔۴۹.
۱۶- یوحنا۱۹:۱۔۲۵.
۱۷- یوحنا۷:۴۰۔۴۳.

۱۸- اس کے علاوہ قرآن میں تو تثلیث کی ایسی مذمت لکھی ہے کہ جس کا کچھ بیان نہیں۔ اور وہ جو پانی پتی صاحب نے ''ہدایت المسلمین'' میں صفحہ ۴۲۶ سے ۴۳۱ تک لکھا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح کی ہم تثلیث مانتے ہیں یعنی باپ، بیٹا، روح قدس اس کو محمد [ﷺ] صاحب نے رد نہیں کیا بلکہ اس تثلیث کو رد کیا ہے جس میں حضرت مریم بھی ان کے زعم میں ملائی جاتی تھی۔ اور تفسیر مدارک کا حوالہ بھی دیا ہے لیکن یہ بالکل جھوٹ اور سراسر بہتان ہے۔ محض جاہلوں کو دھوکا دینا اور پادریوں کو خوش کرنا ہے۔ تفسیروں کا نام تو جھٹ پٹ لے لیتے ہیں مگر مطلب خاک بھی نہیں سمجھتے۔ چوں کہ جھوٹ بولنا تو ان کی ہمیشہ کی عادت ہے لہٰذا معذور ہیں۔ اس کا بدلہ خدا سے پائیں گے۔

اب مَیں صرف اس تفسیر سے جو آں حضرت کے اصحاب سے منسوب ہے یعنی تفسیر حضرت عبد اللہ بن عباس سے ان کی تثلیث کو رد کرتا ہوں تا کہ ان کا یہ جھوٹ بولنا ظاہر ہو جائے۔ واضح ہو کہ تفسیر مذکور میں آیت وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ کے شروع میں لکھا ہے کہ یہ آیت نصاریٰ اہل نجران کے حق میں اُتری ہے اور ان میں کئی ایک فرقے تھے۔ فرقہ نسطوریہ کا تو یہ عقیدہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور ماریعقوبیہ کا قول تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام خود خدا ہیں۔ اور مرقوسیہ یہ کہتا تھا کہ عیسیٰ ایک ہے تینوں کا۔ اور ملکانیہ کا مقولہ تھا کہ عیسیٰ اور خدا آپس میں شریک ہیں۔ اور بعض کہتے تھے اللہ اور عیسیٰ اور مریم تین خدا ہیں۔ جیسا کہ اس آیت کے معنوں میں لکھا ہے۔ پھر تفسیر مذکور میں آیت لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ کے نیچے لکھا ہے: وھی مقالة المرقوسية يقول اب وابن وروح قدس۔ یعنی قول فرقہ مرقوسیہ کا یہ تھا باپ بیٹا روح قدس تین خدا ہیں۔

پس جب اس تفسیر سے ثابت ہو گیا کہ آیاتِ مذکورہ میں نصاریٰ کی سب قوموں کے عقیدوں کا بطلان ثابت کیا گیا ہے پھر بغیر سوچ سمجھ کے کہہ دینا کہ فلاں مفسر نے اپنی تفسیر میں فلاں تثلیث کو بیان کیا ہے کمال بے شرمی کی بات ہے۔ یہ نہیں سوچتے کہ قرآن شریف میں مطلق تثلیث کا انکار کیا گیا ہے۔ خواہ وہ کیسی ہو سب اس میں شامل ہیں۔ سچ ہے ایسی چالاکیاں آپ لوگوں کو ہی زیبا ہیں، خدا نصیب کرے۔ فقیر محمد عفی عنہ

۱۹- شاید خصوصیت مذہب عیسوی کی اور حقیقت اناجیل مروجہ کی دلیل یہی تعلیم ہوگی۔ منہ

سوالات

کتاب ''تصدیق المسیح'' کے آخر میں ۲۳ سوال بہ اُمید جواب لکھے گئے تھے۔ مگر آج تک کسی عیسائی نے جواب نہ دیا۔ اب چند مزید سوال بہ اُمید مذکور لکھے جاتے ہیں جو صاحب جواب دینے کا قصد کرے اِن کو بھی اُنہیں سوالوں کا ضمیمہ سمجھ کر جواب عنایت کرے۔

پہلا سوال: عیسائیوں کی کتب میں چند اَحکام ایسے ہیں جن کی تعمیل بعض اَماکن میں مشکلات سے ہے۔ چناں چہ کتاب اَحبار ۱۳:۴۵ میں مبروص کے باب میں احکام لکھے ہیں کہ اس کے کپڑے پھاڑے جائیں اور سر ننگا کیا جائے اور وہ چلاّ چلاّ کے کہے ناپاک ناپاک۔[1]

بھلا صاحب جو مبروص عیسائی قطب کے آس پاس ہو اس کو ننگا کیا جائے تو وہ بے چارہ کیوں کر جیے گا؟ اور گونگا بھی ہو تو وہ ناپاک ناپاک کیوں کر کہے گا؟ ع

ورس ۵۴ میں ہے کہ کاہن اسے دیکھ کر اس کو کپڑے دھونے کا حکم دے الخ۔

ہر جگہ کاہن کہاں مل سکتا ہے؟ اور برف میں کپڑے کیوں کر دھو سکتے ہیں؟

دوسرا سوال: کتاب احبار ۱۲: ۲۔۳ کا مضمون یہ ہے کہ عورت لڑکی یا لڑکا جننے کے بعد سات دن تک ناپاک رہے گی اور آٹھویں دن لڑکے کا ختنہ کیا جائے گا۔

اِس حساب سے قطب کے قرب وجوار کی عورت کی تمام عمر ناپاکی میں گذر جائے گی۔ کیوں کہ وہاں ایک ایک دن چھ چھ مہینے کا ہوتا ہے اور ختنہ بھی آٹھ برس پر جاپڑے گا۔ نہیں معلوم کہ بائبل کے خدا نے اِن باتوں کو سوچ کر کیوں حکم جاری نہ فرمایا؟

تیسرا سوال: کتاب خروج ۳: ۸ میں ہے کہ ''اِسرائیلیوں کو مصریوں کے ہاتھ سے نجات بخشوں گا اور انھیں نکال کر اچھی زمین میں جہاں شہد اور دودھ موج مارتا ہو لے جاؤں گا۔''

میرے دوستو! آج تک کسی زمین میں ایسا دودھ اور شہد زور میں آیا ہو تو بہ راہِ مہربانی نشان دیں ورنہ اس کے جھوٹ ہونے میں کیا شک ہے؟ آج تک کسی مؤرّخ نے بھی درج نہیں کیا۔

چوتھا سوال: کتاب یوشع ۱۰: ۱۲ میں جہاں حضرت یوشع نے سورج کو ٹھہرنے کا حکم دیا تھا وہاں یہ

بھی لکھا ہے کہ چاند کو بھی کہا تھا کہ تو بھی کھڑا رہ!

دیکھو! سورج اور چاند کا ایک وقت میں جمع ہونا علم ہیئت کے بالکل برخلاف ہے بلکہ چاند کا جسم بھی آفتاب کے سامنے دیکھا نہیں جا سکتا۔

پانچواں سوال: انجیل متی ۱۷: ۱۶۔۲۱ میں یہ مضمون ہے کہ ایک شخص مسیح کے شاگردوں کے پاس اپنے دِیوزدہ بچہ کو لایا۔ وہ اُسے اچھا نہ کر سکے۔ تب اُنھوں نے مسیح سے پوچھا کہ ہم کیوں نہ اچھا کر سکے؟ مسیح نے بعد مذمت اُنہیں فرمایا کہ ایسے کام بغیر نماز روزہ کے نہیں ہو سکتے۔

اب خیال کرنا چاہیے کہ بعض ناواقف عیسائی مسلمانوں کو نماز کی بابت اکثر کہا کرتے ہیں کہ اِس کا کیا فائدہ ہے؟ حالاں کہ فرمانِ مسیح کے صریحاً خلاف کہہ دیتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایمان نماز روزہ سے ہی کامل ہوتا ہے۔ پس جو شخص نماز روزہ کو بے فائدہ کہتا ہے وہ بلا شبہہ مسیح علیہ السلام کا مخالف ہے۔ اب عیسائیوں کو چاہیے کہ یا تو نماز روزہ شروع کر دیں یا اس آیت کو کاٹ دیں[۲] اور مسلمانوں پر بے ہودہ طعن نہ کریں۔

چھٹا سوال: مکاشفات یوحنا ۱۲: ۱۔۲ میں ہے: ''پھر آسمان پر ایک بڑا نشان دکھائی دِیا یعنی ایک عورت نظر آئی جو آفتاب کو اوڑھے ہوئے تھی اور چاند اس کے پاؤں کے نیچے تھا اور بارہ ستاروں کا تاج اُس کے سر پر۔ وہ حاملہ تھی اور دردِزہ میں چلاتی اور بچہ جننے کی تکلیف میں تھی۔''

دیکھو! اِس میں اوّل تو آسمان پر وجود عورت حاملہ بہ موجب علم ہیئت محالات سے ہے۔ دوم: یہ معلوم نہ ہوا کہ یہ حمل کس بہادر کا تھا؟ جس نے آسمان پر جا کر ایسی بہادری کی یا روح القدس کی عنایت ہوئی؟ یا کسی مقرب فرشتہ کی تخم ریزی کا نتیجہ تھا؟ سوم: سورج کوئی کپڑا نہیں جس کو اس عورت نے اُوڑھا تھا۔ چہارم: علم ہیئت سے ثابت ہے کہ سورج زمین سے کئی سو درجہ بڑا ہے۔ پھر اس کو کیوں کر اوڑھا جا سکتا ہے؟ ''دِین حق کی تحقیق'' اور ''طریق الحیات'' میں پادری صاحبان نے بہت زور شور سے ہندوؤں کے اُصولوں پر بہت سے کاغذ سیاہ کیے ہیں۔ مگر مکاشفات یوحنا کی اس عبارت کو یا تو دیکھا نہ ہوگا یا بہ فحوائے حُبُّ الشَّیْءِ یُعْمِیْ وَ یُصِمُّ [یعنی پسندیدہ چیز کی محبت اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے] اچھا معلوم ہوا ہوگا۔

یہ چند سوال اِس واسطے لکھے گئے ہیں کہ وہ کرسچن جو معراج شریف و نماز روزہ کی توقیت پر اور سکندر کا سورج کو دلدل میں ڈوبتے ہوئے دیکھنا حالاں کہ قرآن شریف میں یہ نہیں لکھا کہ

وہاں ڈوبتا ہے بلکہ اس کے معائنے کا بیان ہے بہت بکواس کر کے اپنے دل کو خوش کر لیا کرتے ہیں معلوم کر لیں کہ ناحق ہم غیروں پر کیوں شبہات کرتے ہیں حالاں کہ انجیل و توراۃ پر فی الحقیقت ایسے ہی سوال آسکتے ہیں۔

اب اِلتماس یہ ہے کہ اِن سوالوں کے جواب تحقیقی لکھیں یا اِقرار کر لیں کہ ہم صرف دھوکا و وسواس سے اِس مرض میں گرفتار تھے اور تحقیقی جواب کی التماس اس واسطے کی گئی ہے کہ میرے دوست منشی عبداللہ آتھم صاحب هَدَاهُ اللّٰهُ اِلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ الزامی جواب سے بہت گھبرایا کرتے ہیں اور پانی پتی صاحب جس کو پادری بڑا راست گو سمجھتے ہیں مجتہد لکھنؤ کی طرف لکھتے ہیں کہ میرے سوالوں کے جواب تحقیقی دیں۔

۱۔ کتاب احبار باب ۱۳ کی ورس ۴۵ کو اگر پروٹسٹنٹ عیسائیوں کی اردو بائبل 'کتاب مقدس' اور کیتھولک عیسائیوں کی اردو بائبل 'کلام مقدس' میں ملاحظہ کریں تو ان کا موازنہ بڑے عجیب اور دِل چسپ اختلافات سامنے لاتا ہے۔ کتاب مقدس کی عبارت کے الفاظ یہ ہیں: ''اور جو کوڑھی اس بلا میں مبتلا ہو اُس کے کپڑے پھٹے اور اُس کے سر کے بال بکھرے رہیں اور وہ اپنے اُوپر کے ہونٹ کو ڈھانکے اور چلاّ چلاّ کر کہے ناپاک ناپاک۔''

جب کہ کلام مقدس کے الفاظ یوں ہیں: ''اور کوڑھی جس کو مرض ہے اُس کے کپڑے ڈھیلے۔ لٹکتے ہوں گے۔ اُس کا سر ننگا ہوگا اور اُس کا منہ کپڑے سے ڈھپا ہوگا اور وہ چلاّ کر کہے گا: ناپاک ناپاک۔''

غور کیجیے! وہاں کپڑوں کو پھاڑنے کا حکم ہے مگر یہاں اُنہیں ڈھیلا اور لٹکتا رکھنے کا اَمر؛ وہاں بالوں کو بکھیرنے کا مگر یہاں سر کو صرف ننگا کرنے کا حکم ہے؛ وہاں صرف اُوپر کے ہونٹ کو ڈھانکنے کا حکم مگر یہاں پورے منہ کو چُھپانے کا امر ہے۔ ایک ہی ورس میں تین چیزوں سے متعلق جو کام کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ دونوں بائبلوں میں یکساں نہیں ہے۔ کیوں؟

۲۔ یہ واقعہ متی کی انجیل کے علاوہ مرقس (۹:۱۶۔۲۹) اور لوقا (۹:۳۷۔۴۳) کی اناجیل میں بھی پایا جاتا ہے۔ مروّجہ 'کتاب مقدس' میں انجیل متی باب ۱۷ کی ورس ۲۱ کو بریکٹ میں ڈال دیا گیا ہے اور وہاں نماز روزہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اِن دونوں کی بجائے اب صرف دعا مکتوب ہے۔ جب کہ اسی ورس کو نیو انٹرنیشنل ورژن (**NIV 1973-78**) نامی انگریزی بائبل میں اس کے نمبر سمیت خارج از متن کر دیا گیا ہے۔ لوقا کی انجیل میں اس واقعہ میں نماز روزہ کا ذکر سرے سے ہے ہی نہیں۔ مگر ان سب بائبلوں سے پہلے ۱۶۱۱ء میں تیار کی جانے والی کنگ جیمز (**KJV**) انگریزی بائبل میں اب بھی نماز اور روزے کے لیے **prayer** اور **fasting** کے الفاظ موجود ہیں۔

جواب الجواب رسالہ شکوکِ کفارہ

"جواب رسالہ شکوکِ کفارہ" لودھیانہ میں ۱۸۷۸ء میں پادری صاحبوں کی طرف سے چھپا تھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَ الۡمِنَّۃ کہ کتابِ لاجواب "ابحاثِ ضروری" مذہب پولوس کے چند مسائل کی تردید کے بارے میں مطبوع ہوئی۔ جس کی فصل ثانی میں مسئلہ کفارہ کی تردید عقلی اور نقلی دلائل سے کی گئی۔ اس کے مطالعہ سے پادری صاحب مجیب کے اصل اعتقاد میں شک واقع ہوا۔ چناں چہ مصنف نے اُس رسالہ کا نام جو جواب میں تصنیف کیا "شکوک کفارہ" رکھا۔

راقم الحروف نے "صیانۃ الانسان" کے آخر میں پادری صاحبان کو خطاب کر کے لکھا تھا کہ جو شخص جواب دینا چاہے اس پر لازم ہے کہ ابتدا سے انتہا تک جواب دے۔ مگر عادت کا رد ہونا محال ہے۔ چناں چہ پادری صاحب نے حسب عادتِ مستمرہ محض فصل ثانی کے مقابلہ میں کچھ منہ چڑایا۔ اعتراضات تو "ابحاثِ ضروری" میں موجود ہیں۔ انھیں یہاں دوبارہ ذکر کرنا ضروری نہیں۔ جواب الجواب قابل تحریر ہے۔ پادری صاحب مجیب کے عنوان پر کفایت کی گئی۔

پہلا **قولہ**: اعمال جزائے خیر کے الخ

اقول: جب ارادہ الٰہی تھا کہ مسیح علیہ السلام کو تمام خلقت کی طرف بھیجا جائے، خصوصاً حواریوں کی طرف جن میں سے ایک یہودا تھا جس کو مسیح علیہ السلام سینے پر لٹایا کرتے اور اسے وعدہ دیتے کہ تو قیامت کے دن تخت پر بیٹھ کر عدالت کرے گا۔ اگر ایسے شخص کی نیت نیک نہ ہو تو پطرس کو کفارہ کیا فائدہ دے گا؟ جس نے تین مرتبہ جھوٹی قسم کھا کر کہا تھا کہ مَیں مسیح کو نہیں جانتا۔ جیسا کہ انجیل متی سے واضح ہے۔ پس اگر اس کا ارادہ بُرا تھا تو وہ بھی ایک گناہ تھا جو قابل کفارہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ بہ قول آپ کے وہ کفارہ کا زیادہ مستحق تھا کیوں کہ اُس کے طفیل سے ایسا بڑا کام وقوع میں آیا۔ تمثیل مجیب غلط ہے کیوں کہ مجیب نے قانونِ ظاہری کو قانونِ الٰہی سے تشبیہ دی ہے۔ یہ بعید از عقل

ہے۔

دوسرا **قولہ**: یہ بات تو سچ ہے لیکن ذرا غور الخ

اقول: پادری صاحب نے اصل اعتراض کی تصدیق کی ہے مگر اب یہ عذر کرتے ہیں کہ عیسائی گناہ کیوں کریں۔ پہلا یہودا ہے جو مذہبِ مسیح کا بڑا رکن تھا وہ مرتکبِ گناہ ہوا۔ بالفعل مسیحیوں کے اعمال نامہ لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں مگر اس قدر عیاں کہ جیسے دُوسرے مذاہب کے لوگ گناہ کرتے ہیں ویسے عیسائی بھی کرتے ہیں۔ چناں چہ ان دِنوں ایک مقدمہ ایسا عدالت میں دائر ہے جس میں عیسائی مذہب کی ایک عورت اسقاطِ حمل سے مرگئی۔ توبہ سے گناہ کا معاف ہونا کفارہ کی کیا ضرورت رکھتا ہے؟ بلکہ یہ کلام حزقی ایل کے برخلاف ہے[1] کیوں کہ وہاں لکھا ہے کہ بیٹا بہ عوض باپ ماخوذ نہیں ہوسکتا۔ اگر اس فرضی قاعدہ کو تسلیم کرلیا جائے تو مسیح علیہ السلام بھی بہ وساطت مریم علیہا السلام کے آدم علیہ السلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ لوقا نے نسب نامہ میں مسیح کو نسل آدم سے شمار کیا ہے۔ پس –معاذ اللہ– وہ بھی اس گناہ میں شامل ہوئے۔ ایک گناہ گار دوسرے گناہ گار کا کفارہ کیوں کر ہوسکتا ہے؟ آپ کا اِنکار کہ مسیح دوزخ میں نہ رہا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو ہاؤس کے معنی یاد نہیں جسے پادری فنڈر صاحب نے ''حل الاشکال'' میں تسلیم کیا۔

تیسرا **قولہ**: غضبِ اِلٰہی بھی ایک حصہ گناہ کی سزا کا ہے۔

اقول: منشائے اعتراض تھا کہ مسیح کا فریاد کرنا اس کے ناراضی نہ ہونے کی دلیل ہے۔ اس کے جواب میں مجیب نے مسیح کو مغضوب علیہ اور خدا کا ناراض کنندہ ٹھہرایا اور جواب کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ پس جب کہ وہ مغضوب علیہ ہوا تو اس صورت میں اس کے کفارہ کے واسطے کوئی اور منجی چاہیے۔

چوتھا **قولہ**: بے شک مسیح نے بہت بھاری گناہ الخ

اقول: اِس جگہ پادری صاحب نے اصل اعتراض کو تہِ دل سے مان لیا۔ لیکن مشن کے بچوں کو خوش کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ خدا کی طاقت سے کوئی چیز باہر نہیں۔ اگر پادری صاحب اِس بات کو مانتے ہیں تو خدا اِس بات پر بھی قادر ہے کہ کفارہ کے بغیر سب کو نجات دے۔ اصل اِعتراض باقی رہا۔

پانچواں **قولہ**: عہدِ عتیق سے معلوم ہوتا ہے الخ

اقول: عہدِ عتیق میں ہرگز کوئی ایسی ورس نہیں جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہو کہ سابقہ انبیا مسیح کے کفارہ پر ایمان رکھتے تھے۔ اگر کسی کو دعویٰ ہو تو میرے رُو بہ رُو بیان کرے۔ پادری فورمن اور پادری مارشل کلارک اور پادری فرنچ بھی اس امر کے مدعی ہوئے تھے مگر بعد تحقیقات کے سوائے ناچاری کے کچھ جواب نہ دیا۔ ابھی وہ زندہ ہیں اگر آپ کو ورس مل گئے ہوں تو ذکر کریں۔

چھٹا **قولہ**: دنیا کے ابتداء سے آخر تک الخ

اقول: اگر علمِ الٰہی میں اُن شخصوں کا گناہ جو ابھی پیدا نہ ہوئے تھے معلوم تھا تو کفارہ بھی معلوم تھا۔ صرف علمی کفارہ کافی تھا نہ کہ وقوعی۔ تمثیل حال کے مطابق نہیں ہے کیا معنی؟ کہ یہ اُس وقت صادق آتی ہے کہ جب یہ اِعتقاد کریں کہ بندے خدا کے کسی اور خدا کے گناہ کرتے ہیں تو خدا اس سبب اپنے بندوں کی معافی مسیح کے مصلوب ہونے سے کرالیتا ہے۔

ساتواں **قولہ**: مسیح نے سب کے گناہ اُٹھائے الخ

اقول: پہلے مجیب صاحب کا مسیح کو مغضوب علیہ اور خدا کا ناراض کنندہ ٹھہرانا ثابت ہو چکا ہے۔

آٹھواں **قولہ**: مسیح ان کے عوض جو اس پر الخ

اقول: اُخروی معافی کی تخصیص کسی دلیل سے قائم کرنی چاہیے کیوں کہ آخرت میں دُنیا کے گناہوں پر مواخذہ ہوگا۔ جب یہاں معاف ہو چکا تو مسیح کیا معاف کرائیں گے؟

نواں **قولہ**: عیسائی دین اور سب دینوں پر الخ

اقول: اِعتراض کا جواب تو ابھی تک نہیں دیا۔ البتہ کاغذ سیاہ کیا۔ شاید مجیب اصل مضمونِ اِعتراض کو نہیں پہچان سکا۔

دسواں **قولہ**: اگرچہ وقوع امور الخ

اقول: مسیح دُنیا میں گناہ اُٹھا کر مصلوب ہوئے نہ کہ صرف علمِ الٰہی میں۔ پس اُمورِ غیر متناہیہ کا ایک آن میں دفعۃً واحدۃً جمع ہونا محال ہے۔

گیارھواں **قولہ**: مسیح کے تین عہد تھے الخ

اقول: وہ کون سا کام تھا جو پہلے نبیوں سے باقی رہا اور مسیح نے اُسے پورا کیا؟ آپ کے زعم میں وہ کفارہ تھا۔ وہ آنے سے پہلے چاہیے تھا تا کہ یہودی بہ سبب بے ادبی کے گنہگار نہ ہوتے۔

بارھواں **قولہ**: ضرور مسیح معافی کے لیے الخ

اقول: منشائے کفارہ تو پورا نہ ہوا بلکہ یہ کام تو اکثر نبیوں سے ہوا کرتا تھا کہ بعض لوگ اُن سے ہدایت پاتے اور بعض گم راہ رہتے۔ مسیح کی جان مفت میں ضائع ہوئی۔

تیرھواں **قولہ**: علامات جو وقوع میں آئیں الخ

اقول: غضب اور رحمت کا جمع ہونا ازقبیل اجتماع ضدین اور محالات سے ہے۔ جس کو کوئی صاحبِ عقل نہیں مانتا۔

چودھواں **قولہ**: مسیحی ہرگز اس بات پر الخ

اقول: پادری صاحب شاید جزاور کل کے معنی نہیں جانتے بلکہ لکھتے ہیں کہ اس کی اُلوہیت و عبودیت کامل نہیں۔ پس گویا وہ دونوں امر میں ناقص ہوا۔ اس سے خدا کا ناقص ہونا لازم آتا ہے۔ کیوں کہ بہ قول آپ کے وہ عین خدا ہے۔ پولُس صاحب کرنتھیوں کے پہلے خط میں خدا کو احمق اور کم زور لکھتے ہیں۔ [۲] آپ بھی ان سے کم نہ ہوئے کہ خدا کو ناقص ٹھہرایا۔

پندرھواں **قولہ**: یہ بات سچ نہیں الخ

اقول: یہ امر آپ مان چکے ہیں کہ مسیح نے حواریوں کو فرمایا تھا کہ جس کو تم بخشو گے بخشا جائے گا۔ اب اس کے معنی یہ اختراع کیے کہ جس کو تم حق بیان کرو گے۔ منصف خود سوچ لیں گے کہ ایسے معنی تراشنے سے اصل اعتراض کب جاتا ہے؟

سولھواں **قولہ**: یہ انجیل میں کہاں لکھا ہے الخ

اقول: یہ انجیل میں کہاں لکھا ہے کہ اگر مسیح کفارہ نہ ہوتے تو سب خلقت دوزخ میں جاتی۔ بلکہ رحمتِ الٰہی بہ نسبت غضبِ الٰہی کے سبقت کرنے والی ہے۔ اگر کفارہ کے عوض بعض آدمی نجات پاتے تو کفارہ کس اَمر کو مفید ہے۔ حواریوں کی نجات تو صرف ایمان سے ہو سکتی تھی۔ لوقا کے باب ۷ میں لکھا ہے کہ ایک فاحشہ عورت نے مسیح کے پاؤں کو اپنے سر کے بالوں سے صاف کیا تھا جس کے بدلے وہ پاک ہوگئی۔ اُس وقت تک مسیح کفارہ نہ ہوئے تھے۔

سترھواں **قولہ**: مسیح خود صلیب پر نہیں الخ

اقول: اس جواب سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مسیح جبراً صلیب پر کھینچے گئے اپنے ہی ارادہ سے یہی مدعا نہ تھا۔

؎ عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت ست
(تیری عمر لمبی ہو کیوں کہ یہ بھی غنیمت ہے)

اٹھارواں **قولہ**: لعنت کے معنی غضب خدا کا ہے الخ

اقول: اگر ہم آپ کی نسبت ایسا کلمہ کہیں تو یقین ہے کہ آپ عدالت میں نالش کر دیں جیسا کہ ایک پادری صاحب نے ہوشیار پور میں میرزا فتح محمد بیگ پر نالش کی تھی اور ویسا ہی فتح گڑھ میں اِستغاثہ ہوا تھا۔ مسیح ایسا بے چارہ ہے جس کے لعنت کہنے کو جرم نہیں ٹھہرایا جاتا!

اُنیس واں **قولہ**: مسیح نے کبھی نہیں کہا الخ

اقول: پیالہ سے مراد صلیب تھا یا کچھ اور؟ اگر صلیب مراد ہے تو مدعا ثابت ہے۔ درصورتِ ثانی اگر چہ ممکن نہیں کہ کچھ اور ہو لیکن پادری صاحب سے کچھ بعید نہیں کہ وہ توحید و تثلیث ایک مانتے ہیں۔ مگر انجیل ہی سے اِس کا دفعیہ کیا جائے گا جہاں بخش دینے کے معنی حق ظاہر کرنے کے کیے گئے ہیں۔

بیس واں **قولہ**: مسیح من حیث الجسم مصلوب ہوا الخ

اقول: بشریت کے تو پادری صاحب خود قائل ہیں۔ آپ کے کلمہ کے بہ موجب جو بشر ہے وہ گنہگار ہے۔ پس مسیح گنہگار ہوئے۔ گنہگار کا منجی ہونا چاہیے۔ باقی رہا یہ کہ مسیح علیہ السلام آدمی کے تخم سے نہیں مگر اُس کی ماں تو آدمی کے تخم سے تھی۔ درخت میں زمین کا اثر ہوا کرتا ہے۔ شاید یہی سبب ہے کہ مسیح نے مریم علیہا السلام کو جب وہ ملاقات کرنے آئی تھیں ملاقات نہ کرنے دی۔ جیسا کہ انجیل متی کے باب ۱۲ میں بالتفصیل لکھا ہے۔ ہم تو حضرت مریم علیہا السلام کی عفت و عصمت کے قائل ہیں مگر چوں کہ آپ نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو گنہگار قرار دیا ہے پس اِس صورت میں مریم بھی گنہگاروں میں شمار ہوئیں۔ اُن کے خونِ ناپاک سے جسم بشریتِ مسیح نے مدتِ حمل تک پرورش پائی۔ وہ کیوں کر پاک ہو سکتا ہے؟ اگر وہ پاک ہوتا تو یحییٰ پیغمبر اسے کیوں غوطہ دیتا؟ حالاں کہ یحییٰ گنہگاروں ہی کو غوطہ دیا کرتا تھا۔ جیسا کہ انجیل متی باب ۳ میں موجود ہے۔ پس کفارہ سے متعلق اِعتراضات قائم رہے۔ خود آپ کو بھی شک کفارہ میں واقع ہوا ہے۔ جیسا کہ رسالہ کے نام سے صاف پایا جاتا ہے۔

اَب پادری صاحب چاہتے ہیں کہ کفارہ کو توراۃ سے ثابت کریں۔ جیسا کہ کتابِ یسعیاہ

سے نقل کرتے ہیں [۳] لیکن اُن سے ہمارے اعتراض نہ گئے۔

اقول: اُس کی تردید کتاب ''صِیَانَۃُ الانسان'' میں لکھی ہے۔ یہاں بہ طور اِجمال لکھا جاتا ہے۔

اقول: یہ خبر مسیح مصلوب پر صادق نہیں آتی۔ اس لیے کہ اِس باب کا ورس آٹھ ہے۔ [۴] اس کا کون ذکر کرے گا؟ وہ زندوں کی زمین سے کاٹا گیا۔ مسیح مصلوب کا کروڑہا عیسائی گرجوں اور بازاروں میں ذکر کرتے ہیں۔ پس اِس جگہ وہ مراد نہیں ہوسکتا۔ ورنہ کلامِ الٰہی میں کذب آئے گا۔ ہمارے نزدیک خدا کذب سے پاک ہے۔ آیت قرآنی میں ہے:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلاً۔ [۵]

اِسی باب میں مزید یہ بھی ہے کہ وہ منہ نہ کھولے گا اور مسیح کے منہ کھولنے کے آپ بھی قائل ہیں کہ بہ سبب سخت گناہ کے ایلی ایلی پکارا تھا۔ پولُس کے حوالہ سے کفارہ کو ثابت کرنا اس وقت مفید ہوگا جب آپ اُسے ایک اچھا دین دار بنا دیں گے۔ وہ کرنتھیوں کے خط اوّل میں اپنی صفت بیان کرتا ہے کہ ''میں یہودیوں کے لیے یہودی بنا تاکہ یہودیوں کو کھینچ لاؤں۔ جو لوگ شریعت کے ماتحت ہیں اُن کے لیے مَیں شریعت کے ماتحت ہوا تاکہ شریعت کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں اگرچہ خود شریعت کے ماتحت نہ تھا۔ بے شرع لوگوں کے لیے بے شرع بنا تاکہ بے شرع لوگوں کو کھینچ لاؤں'' [۶] وغیر ذٰلک۔ ایسا آدمی ثقہ نہیں ہوسکتا جس کا کلام غیر معتبر ہو۔ فقط

۱- حزقی ایل ۱۸:۲۰۔

۲- ا۔ کرنتھیوں ۱:۲۵؛ بعض ترجموں میں اس مقام پر تحریف ہوئی ہے لیکن مطبوعہ لندن ۱۸۶۰ء اور مطبوعہ مرزا پور ۱۸۶۹ء اور مطبوعہ ایڈن برگ ۱۸۴۶ء میں بعینہٖ یہی ترجمہ موجود ہے۔ فقیر اللہ عفی عنہ

۳- دیکھیے یسعیاہ ۵۳:۴-۷۔

۴- یعنی یسعیاہ ۵۳:۸۔

۵- اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی؟ (سورۃ النساء: ۱۲۲)۔

۶- ا۔ کرنتھیوں ۹:۲۰-۲۲ (کتاب مقدس)۔

دارُالاسلام کی تراثِ علمیہ

- عوامی غلط فہمیاں اور اُن کی اِصلاح - تصنیف: مولانا تطہیر احمد رضوی بریلوی
- اِمام احمد رضا خاں بریلوی ایک ہمہ جہت شخصیت - مقالہ نگار: کوثر نیازی (سابق وزیر اُمورِ مذہبی حکومتِ پاکستان) مع محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کا پیغام
- سیّد احمد بریلوی کے فسانۂ جہاد کی حقیقت: سیّد نورِ محمد قادری مع اِمتیازِ حق: راجا غلامِ محمد زیرِ طبع
- رسائل مولانا خیر الدین خیوریؔ دہلوی (والدِ ابو الکلام آزاد) مع حالات از راجا رشید محمودؔ //
- کلیاتِ کافیؔ: سلطانِ نعت گویاں حضرت مولانا سیّد کفایت علی کافیؔ مراد آبادی //

کاوِش

محمد رضاءُ الحسن قادری

0321-9425765
razaulhassanqadri@gmail.com

حسن عرباض محمد
0333-4792593
ONLY FOR SMS